استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان



جنوری ۱۹۶۲ء

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

چندہ سالانہ ۵ روپے | ممالک بیرون ۱۰ شلنگ | فی پرچہ ۵۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعود)


مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان!

ماہنامہ **خالد** ربوہ

(ادارہ تحریر)

مدیر:- رفیق احمد ثاقب ——— نائب:- لطف الرحمٰن محمود

| جلد ۱۰ | صلح ۱۳۴۳ ہش | جنوری ۱۹۶۴ء | شمارہ ۳ |
|---|---|---|---|




## ترتیب



(سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

# "حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا"



سنہ ۱۹۶۳ء کو ہم ایک لحاظ سے تاریخ احمدیت کا "عام الحزن" کہہ سکتے ہیں۔ تبلیغی اور تنظیمی لحاظ سے جماعت احمدیہ کا قدم آگے ہی بڑھا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ خدائی مشیت کے مطابق اب دن بدن ترقی کی منازل طے کرتا رہے گا۔ سے

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

لیکن اس سال جماعت احمدیہ کے بعض چوٹی کے بزرگ اور متعدد صحابہ کرام داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ اب ایسے مقدس وجود بہت کم رہ گئے ہیں۔

ع　ابھی کچھ دھوپ باقی ہے دیوارِ گلستاں پر

جدا ہونے والے مقدس بزرگوں میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر فہرست ہیں۔ حضرت میاں صاحب کے مقام رفیع، خدماتِ جلیلہ، اخلاقِ فاضلہ، اور اوصافِ حمیدہ کے متعلق خالد کے صفحات میں ذکر آ چکا ہے اور ہم اس نقصانِ عظیم پر خون کے آنسو رو چکے ہیں اور ابھی تک سینہ بریاں اور چشم گریاں ہیں۔

ابھی یہ زخم تازہ تھا کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال پُرملال ہو گیا۔ حضرت مولانا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انوار و برکات سے وافر حصہ پانے والے ممتاز ترین قدیم صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا خدانما وجود ایک خدائی نشان تھا۔ آپ بوستانِ احمد کے شاداب اور سرسبز سروِ بلند تھے۔ اس پھل کی شیرینی اور لطافت سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ احمدیت کس قسم کے اثمار پیدا کرتی ہے!

تعلق باللہ کے لحاظ سے آپ بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ الہام، رؤیا اور کشوف کی آسمانی نعمتوں سے وافر حصہ ملا تھا۔ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اپنی خود نوشت سوانح ——— "حیاتِ قدسی" میں آپ نے قبولیتِ دعا کے عجیب و غریب واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ان ایمان افروز واقعات سے خدائے قادر و قیوم کی ہستی اور دعا کی افادیت پر ایمان و یقین بڑھتا ہے۔ قبولیتِ دعا کی غیر معمولی خصوصیت کی وجہ سے آپ کا بابرکت وجود منبع جُود و کرم بن چکا تھا۔ اس خدا رسیدہ درویش کا درِ فیض مرجع خلائق تھا!

پھر آپ کا ذہنِ رسا دینی علوم کا مخزن اور قلبِ صافی معارفِ عالیہ کا پُر اسرار گنجینہ تھا۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ خود حضرت مولانا کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر علم عطا فرمایا ہے!! اس علم و فضل سے تشنگانِ معرفت فیضیاب ہوتے رہے۔ استغناء، درویشی، انکسار، فقر اور ہمدردی کا حسین پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قلمی طاقت عطا فرمائی تھی۔ عربی

فارسی، اُردو اور پنجابی چاروں زبانوں میں آپ کا بلند پایہ متصوفانہ منظوم کلام، پچاس سال تک سلسلہ کے جرائد و اخبارات کی زینت بنتا رہا ہے۔ ان میں بعض شہ پارے تو فصاحت و بلاغت میں خاص شان کے حامل ہیں۔ "حیاتِ قدسی" کی پانچ جلدوں کے علاوہ بھی آپ نے متعدد بلند پایہ علمی و تبلیغی کتب رقم فرمائیں۔

تبلیغی اور تربیتی لحاظ سے بھی آپ کی پچاس سالہ خدماتِ جلیلہ تاریخ احمدیت کا روشن باب ہیں۔ اسلام و احمدیت کی صداقت و حقانیت ثابت کرنے کے لئے آپ نے متحدہ ہندوستان کے کونے کونے کا سفر کیا اور ہر مکتبِ فکر کے لوگوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ لاہور، پشاور اور بھیرہ وغیرہ مقامات پر سالہا سال تک تربیتی خدمات سر انجام دیتے رہے۔

ان خدماتِ جلیلہ اور تقویٰ و بزرگی کی وجہ سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا مستقل ممبر نامزد فرمایا۔

غرض آپ کا نافع الناس وجود بے شمار برکات و فیوض کا حامل تھا۔ آپ کی مفارقت ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے ہم اس جانکاہ صدمہ پر ساری جماعت اور خصوصاً حضرت مولانا رضی اللہ عنہ کی اولاد، اعزہ اور لواحقین سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ موت العالِم موت العالَم ــــ یہ ایک فردِ واحد کی نہیں بلکہ ایک زمانے، ایک عہد، اور ایک دَور کی موت ہے! اللہ تعالیٰ ہمیں اس ابتلاء پر راضی برضا رہنے کی توفیق عطا فرمائے!!

ہم اس وقت اپنے نوجوان بھائیوں سے صرف یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جن وجودوں نے سیدنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فیض پایا اور سنگِ پارس بن گئے ــــ اور بہتوں کو فیضیاب کیا، وہ ایک ایک کرکے اُٹھتے جاتے ہیں ــــ جو نورانی چراغ باقی ہیں ان کی لوئیں چراغِ سحری کی طرح تھرتھرا رہی ہیں! اور آخر کسی نہ کسی دن ہم سے جُدا ہو جائیں گے۔

اے قوم کی امیدوں کے مرکزو! ــــ اے اسلام کی ترقی کے امیدوارو! ــــ اے دنیا کو خدا اور رسول کی طرف بلانے والو! کہاں ہو اور کس حال میں ہو؟ آؤ اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں اور اپنے اندر جھانک کر دیکھیں کہ کیا ہماری زندگیاں ان بزرگوں کے رنگ میں رنگین ہیں یا نہیں؟ کیا ہم ان کی جُدائی سے پیدا ہونے والے مہیب خلا کو پُر کر سکیں گے یا نہیں؟ اب تو پہلے کی نسبت ایسے مبارک وجودوں کی دہ چند ضرورت ہے ــــ اگر یہ خلاء پُر نہ ہوئے تو کیا ہم پر کچھ اثر نہیں پڑے گا؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمیشہ رہنے والی ذات صرف خدائے واحد کی ہے۔ ہر شے کو فنا ہے۔ اور یہ سلسلہ اُسی خدا کا ہے ــــ وہی اس کا محافظ و معین ہے۔ لیکن اُس کی سُنّت ہے کہ الٰہی سلسلوں سے اُس کے افراد کی مانند معاملہ کرتا ہے۔ زندہ قومیں اپنے بزرگوں کے اجساد کے ساتھ اُن کی روایات کو دفن نہیں ہونے دیتیں۔ بلکہ جب ان کا کوئی سردار فوت ہوتا ہے تو اس کی جگہ لینے کے لئے دس آگے آجاتے ہیں۔

(لطف الرحمٰن)

# معارف القرآن



اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرة : ۲۶۹)

**ترجمہ:** شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کی تلقین کرتا ہے اور اللہ اپنی طرف سے تمہیں بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بہت وسعت دینے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

**تشریح:** شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے غریب ہو جاؤ گے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر شیطان کی بات مانی جائے تو اس کا نتیجہ فقر ہو گا کیونکہ قومی مفاد کو صدمہ پہنچنے سے افراد بھی نقصان اٹھائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

زبذلِ مال در راہش کسے مفلس نمے گردد ٭ خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

اس آیہ کریمہ میں فَضْلٌ کو فَقْرٌ کے مقابل پر اور مَغْفِرَةٌ کو فَحْشَآء کے مقابل پر رکھا گیا ہے گو ظاہری ترتیب کے لحاظ سے فضل، مغفرت سے پہلے چاہیئے تھا مگر رکھا بعد میں گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان کی بات ماننے کا پہلا نتیجہ فقر ہوتا ہے اور دوسرا فحشاء۔ لیکن خیرات کا پہلا اور فوری نتیجہ مغفرت کی صورت میں نکلتا ہے اور فضل بعد میں آتا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ شیطان نیک نامی کی نسبت دولت کی زیادہ فکر کرتا ہے لیکن متقی دنیوی خوشحالی (فضل) پر خدا تعالیٰ کی مغفرت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا۔ تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیگا اور یہی نہیں بلکہ اسے خوشحال بھی بنا دیگا اور خدا تعالیٰ واسع ہے اس کے فضل کی کوئی حد نہیں ہو گی۔ اور علیم ہے اسلئے ایسے طریق پر اپنی مدد بھیجے گا کہ متقیوں کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو گا +

# احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم



## اللہ کے پیارے

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بیان فرمایا "بہت سے پراگندہ بالوں والے غبار آلود اور لوگوں کے دروازوں سے لوٹائے گئے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائیں تو وہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔" (مسلم)

## گناہوں کا کفارہ

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسلمان کو کوئی ماندگی نہیں پہنچتی۔ نہ کوئی مرض، نہ کوئی حزن و ایذاء، نہ غم۔ یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھے تو خدا تعالیٰ اس کے عوض گناہوں کا کفارہ کرتا ہے۔" (بخاری)

## مسلمان بھائی سے سلوک

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اسلئے نہ وہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے بلائیں ڈالے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔" (بخاری)

## صف بندی کی اہمیت

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں ایسی سیدھی کیا کرتے تھے کہ گویا ان سے تیر سیدھا کیا جائے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو یقین ہو گیا کہ ہم صفوں کو سیدھا رکھنے کا خوب اہتمام کرتے ہیں۔ پھر ایک روز آپ باہر تشریف لائے۔ جب تکبیر ہوئی تو حضورؐ نے دیکھا کہ ایک شخص کی چھاتی آگے کو نکلی ہوئی ہے۔ فرمایا "اے اللہ کے بندو صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت ڈال دے گا۔" (مسلم)

## سلوک اور برتاؤ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومنوں میں سے کامل تر ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں سے بہتر و برتر وہ مرد ہیں جن کا برتاؤ اپنی بیویوں سے اچھا ہو۔" (ترمذی)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

# خدا تعالیٰ سے کامل تعلق رکھنے والوں کی علامات



"جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نہایت کریم و رحیم ہے۔ جو شخص اس کی طرف صدق اور صفا سے رجوع کرتا ہے وہ اس سے بڑھ کر اپنا صدق و صفا اس سے ظاہر کرتا ہے۔ اس کی طرف صدق دل سے قدم اٹھانے والا ہرگز ضائع نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ میں بڑے بڑے محبت اور وفاداری اور فیض اور احسان اور کرشمۂ خدائی دکھلانے کے اخلاق ہیں مگر وہ انہی کو پورے طور پر مشاہدہ کرتا ہے جو پورے طور پر اس کی محبت میں محو ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے مگر غنی اور بے نیاز ہے۔ اس لئے جو شخص اس کی راہ میں مرتا ہے وہی اس سے زندگی پاتا ہے اور جو اس کے لئے سب کچھ کھوتا ہے اسی کو آسمانی انعام ملتا ہے۔

خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنے والے اس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اوّل دور سے آگ کی روشنی دیکھے اور پھر اس کے نزدیک ہو جاتے یہاں تک کہ اس آگ میں اپنے تئیں داخل کر دے اور تمام جسم جل جائے اور صرف آگ ہی باقی رہ جائے۔ اسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خدا تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ محبتِ الٰہی کی آگ میں تمام وجود اس کا پڑ جاتا ہے۔ اور شعلۂ نور سے قالبِ نفسانی جل کر خاک ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ آگ لے لیتی ہے۔ یہ انتہا اس مبارک محبت کا ہے جو خدا سے ہوتی ہے۔ یہ امر کہ خدا تعالیٰ سے کسی کا کامل تعلق، اس کی بڑی علامت یہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بشریت کے رذائل شعلۂ نور سے جل کر ایک نئی ہستی پیدا ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی نمودار ہوتی ہے جو پہلی زندگی سے بالکل مغائر ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جائے اور آگ اس کے تمام رگ و ریشہ میں پورا غلبہ کر لے تو وہ لوہا بالکل آگ کی شکل پیدا کر لیتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ آگ ہے گو خواص آگ کے ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح جس کو شعلۂ محبتِ الٰہی سر سے پیر تک اپنے اندر لیتا ہے۔ وہ بھی مظہر تجلیاتِ الٰہیہ ہو جاتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے۔ بلکہ ایک بندہ ہے جس کو اس آگ نے اپنے اندر لے لیا ہے۔ اور اس آگ کے غلبہ کے بعد ہزار در ہزار علامتیں کامل محبت کی پیدا ہو جاتی ہیں۔ کوئی ایک علامت نہیں ہے تا وہ ایک زیرک اور طالبِ حق پر مشتبہ ہو سکے۔ بلکہ وہ تعلق صدہا علامتوں کے ساتھ شناخت کیا جاتا ہے۔ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے کہ خدائے کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک نور اس کے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربّانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات اور اکثر اور اغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی

پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت بے نظیر ہوتی ہیں۔ کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا اور ہیبت الٰہی اُن میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور قدرتِ تامہ کی وجہ سے خدا کا چہرہ اُن میں نظر آتا ہے۔ اور اس کی پیشگوئیاں نجومیوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ ان میں محبوبیت اور قبولیت کے آثار ہوتے ہیں اور ربانی تائید اور نصرت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور بعض پیشگوئیاں اس کے اپنے نفس کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض اپنی اولاد کے متعلق اور بعض اس کے دوستوں کے متعلق اور بعض اس کے دشمنوں کے متعلق اور بعض عام طور پر تمام دنیا کے لئے اور بعض اُس کی بیویوں اور خویشوں کے متعلق ہوتی ہیں۔ اور وہ امور اس پر ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتے۔ اور وہ غیب کے دروازے اس کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے۔ خدا کا کلام اُس پر اسی طرح نازل ہوتا ہے جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ اور وہ ظن سے پاک اور یقینی ہوتا ہے۔ یہ شرف تو اُس کی زبان کو دیا جاتا ہے کہ کیا باعتبار کمیّت اور کیا باعتبار کیفیت ایسا بے مثل کلام اُس کی زبان پر جاری کیا جاتا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اُس کی آنکھ کو کشفی قوت عطا کی جاتی ہے جس سے وہ مخفی در مخفی خبروں کو دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات لکھی ہوئی تحریریں اُس کی نظر کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور مُردوں سے زندوں کی طرح ملاقات کر لیتا ہے اور بسا اوقات ہزاروں کوس کی چیزیں اُس کی نظر کے سامنے ایسی آجاتی ہیں گویا وہ پَیروں کے نیچے پڑی ہیں۔



ایسا ہی اُس کے کان کو بھی مغیبات کے سُننے کی قوت دی جاتی ہے اور اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز کو سُن لیتا ہے۔ اور بے قراریوں کے وقت ان کی آواز سے تسلی پاتا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ بعض اوقات جمادات اور نباتات اور حیوانات کی آواز بھی اُس کو پہنچ جاتی ہے۔

فلسفی کو منکرِ حنانہ است　　　　از حواسِ انبیاء بیگانہ است

اسی طرح اس کی ناک کو بھی غیبی خوشبو سونگھنے کی ایک قوت دی جاتی ہے اور بسا اوقات وہ بشارت کے امور کو سونگھ لیتا ہے اور مکروہات کی بدبو اُس کو آجاتی ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔

اُس کے دل کو قوتِ فراست عطا کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں اس کے دل میں پڑ جاتی ہیں اور وہ صحیح ہوتی ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔

شیطان اُس پر تصرف کرنے سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اُس میں شیطان کا کوئی حصّہ نہیں رہتا اور بباعث نہایت درجہ فنافی اللہ ہونے کے اس کی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور اگرچہ اُس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اُس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ نفسانی ہستی اُس کی بالکل جل جاتی ہے اور سفلی ہستی پر ایک موت طاری ہو کر ایک نئی اور پاک زندگی

اُس کو ملتی ہے جس پر ہر وقت انوارِ الٰہیہ منعکس ہوتے رہتے ہیں۔

اسی طرح اس کی پیشانی کو ایک نور عطا کیا جاتا ہے جو بجز عُشّاقِ الٰہی کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا اور بعض خاص وقتوں میں وہ نور ایسا چمکتا ہے کہ ایک کافر بھی اُس کو محسوس کر سکتا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ لوگ ستائے جاتے اور نصرتِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پس وہ اقبال علی اللہ کا وقت اُن کے لئے ایک خاص وقت ہوتا ہے اور خدا کا نور اُن کی پیشانی میں اپنا جلوہ ظاہر کرتا ہے۔ ایسا ہی اُن کے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک برکت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے اُن کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اُس کو ہاتھ لگانا اُس کے امراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح ان کے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزّوجلّ ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ خدا کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اسی طرح اُن کے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح اُس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر اُن کا قدم پڑتا ہے۔ اسی طرح اِس درجہ کے لوگوں کی تمام خواہشیں بھی اکثر اوقات پیشگوئی کا رنگ پیدا کر لیتی ہیں۔ یعنی جب کسی چیز کے کھانے یا پینے یا پہننے یا دیکھنے کی بشدّت اُن کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ خواہش ہی پیشگوئی کی صورت پکڑ لیتی ہے۔ اور جب قبل از وقت اضطرار کے ساتھ اُن کے دل میں ایک خواہش پیدا پیدا ہوتی ہے تو وہ چیز میسّر آجاتی ہے۔



اِسی طرح ان کی رضامندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ پس جس شخص پر وہ شدّت سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔ اُس کے آئندہ اقبال کے لئے یہ بشارت ہوتی ہے۔ اور جس پر وہ بشدّت ناراض ہوتے ہیں اس کے آئندہ ادبار اور تباہی پر دلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ بباعث فنا فی اللہ ہونے کے وہ مرائے حق میں ہوتے ہیں اور ان کی رضا اور غضب خدا کا رضا اور غضب ہوتا ہے اور نفس کی تحریک سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے یہ حالات اُن میں پیدا ہوتے ہیں۔

اِسی طرح اُن کی دعا اور اُن کی توجہ بھی معمولی دعاؤں اور توجّہات کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر ایک شدید اثر رکھتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اگر قضاء مبرم اور اٹل نہ ہو اور اُن کی توجہ اپنی تمام شرائط کے ساتھ اُس بَلا کے دُور کرنے کے لئے مصروف ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس بَلا کو دُور کر دیتا ہے۔ گو ایک فردِ واحد یا چند کس پر وہ بَلا نازل ہو یا ایک ملک پر وہ بَلا نازل ہو یا ایک بادشاہِ وقت پر وہ بَلا نازل ہو اِس میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے وجود سے خالی ہوتے ہیں اس لئے اکثر اوقات ان کے ارادہ کا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے توارد ہو جاتا ہے۔ پس جب شدّت سے ان کی توجہ کسی بَلا کے دُور کرنے کے لئے مبذول ہو جاتی ہے۔ اور جیسا کہ دردِ دل کے ساتھ اقبال علی اللہ چاہیئے۔ میسّر آجاتا ہے تو سنّتِ الٰہیہ اسی طرح پر واقع ہے کہ خدا اُن کی سُنتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ خدا اُنکی دعا کو ردّ نہیں کرتا اور کبھی ان کی عبودیت ثابت کرنے کے لئے دعا سُنی نہیں جاتی تا جاہلوں کی نظر میں خدا کے شریک نہ ٹھہر جائیں۔ اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ بَلا وارد ہو جائے

جس سے موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اکثر عادت اللہ یہی ہے کہ اس بلا میں تاخیر نہیں ہوتی اور ایسے وقت میں خدا کے مقبولوں کا ادب یہی ہے کہ دعا کو ترک کر دیں اور صبر سے کام لیں - بہتر وقت دعا کا یہی ہے کہ ایسے وقت میں دعا ہو جب اسباب یاس اور نومیدی بکلّی ظاہر نہ ہوں اور ایسی علامات نمودار نہ ہوں جن سے صاف طور پر نظر آتا ہو کہ اب بلا دروازہ پر ہے اور ایک طور پر اس کا نزول ہو چکا ہے کیونکہ اکثر سُنّت یہی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ایک عذاب کے نازل کرنے میں اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیا تو وہ اپنے ارادہ کو واپس نہیں لیتا۔

یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دعا ہی ہے۔ جب اُن کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدّت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سُنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے۔ کامل مقبولوں کے ذریعے سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔ خدا کے نشان تبھی ظاہر ہوتے ہیں جب اس کے مقبول ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ اُن کو دُکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرے گا جیسا کہ خدا اُن لوگوں سے کرتا ہے جو دل و جان سے اُس کے ہو جاتے ہیں وہ اُن کے لئے عجائب کام دکھلاتا ہے - اور ایسی اپنی قوت دکھلاتا ہے کہ جیسا ایک سوتا ہوا شیر جاگ اُٹھتا ہے۔ خدا مخفی ہے اور اس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہزاروں پردوں کے اندر ہے اور اس کا چہرہ دکھلانے والی یہی قوم ہے"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۸ تا ۱۹)

---
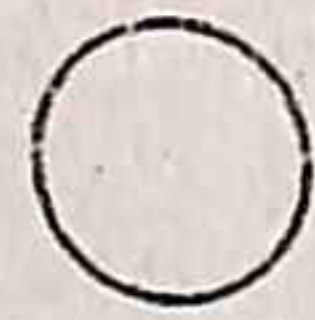


حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اس وقت جو کچھ کسی سے ممکن ہو وہ اسلام کی تائید کے لئے کرے اور اس کی قلمی جنگ میں اپنی وفاداری دکھائے ــــ جو اسلام کے لئے سینہ بریاں اور چشم گریاں نہیں رکھتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کا ذمّہ دار نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد اول ص ۲۱۸ - ۲۱۹)

# سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بیان فرمودہ بعض واقعات

سیدنا حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضور نے مشہور مؤرخ مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی مرحوم کو اپنی زندگی کے حالات، تجربات اور تاثرات لکھوائے تھے۔ یہ دلچسپ اور نہایت ایمان افروز مواد کتابی شکل میں "مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدینؓ" کے نام سے متعدد مرتبہ شائع بھی ہوا۔ حال ہی میں "الشرکۃ الاسلامیہ" کو بھی اس مفید کتاب کی عمدہ رنگ میں اشاعت کی توفیق ملی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بیان فرمودہ چند واقعات حضور ہی کے الفاظ میں درج کئے جاتے ہیں۔ نوجوان دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ اس نادر کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اس سے وہ بہت کچھ اخذ کریں گے۔ انشاء اللہ۔

(ادارہ)



## نمازِ دل سے پڑھو

"ہم مکتب میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہمارے استاد نے ہم کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے بھیجا۔ ہم میں ایک لڑکا تھا۔ اُس نے وضو کر لینے کے بعد سب کو مخاطب کر کے کہا کہ یار کیسی نماز؟ کون نماز پڑھتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی پیشانی ایک کچی دیوار سے رگڑی، مٹی کا نشان ماتھے پر نظر آنے لگا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسجد میں نماز پڑھ کر آیا ہے۔ اس نے ہم سب کو نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے کی اٹکل سکھائی۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ بڑا نامی گرامی چور ہُوا اور ہمارے شہر (بھیرہ) کے تمام چوروں اور بدمعاشوں میں اس کا نمبر سب سے اوّل تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک قلعہ کی دیوار سے کُودا اور اس کو قید کی سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ میرا اس نصیحت کو یاد رکھو کہ نماز دل سے پڑھو۔" (ص۱۷۵)

## مایوسی گناہ ہے

"میرے بہت سے لڑکے مرے۔ جب کوئی لڑکا مرتا تو مَیں یہی سمجھتا کہ اس میں کوئی نقص ہوگا۔ خدائے تعالےٰ اس سے بہتر بدلہ دیگا۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے مایوس ہونا تو کافروں کا کام ہے۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی جب قدر نہیں کی جاتی تو وہ نعمتیں چھِن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جاتی ہیں

نہیں مگر ناشکری ہے۔ جب نعمت چلی جائے تو آدمی مایوس نہ ہو۔" (صفحہ ۱۸۴)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تلقین دعا

"مجھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا:-

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و
فی الآخرة حسنة وقنا عذاب
النار

بہت پڑھا کرو۔" (صفحہ ۱۸۱)

## نصیحت کب اثر کرتی ہے

"ایک علمی مجلس میں ایک شخص نے ایک ریزولیوشن پیش کیا اور ایسے پُر درد لب ولہجہ سے تقریر کی۔ وہ تقریر کرتے ہوئے خود رو بھی پڑا مگر کسی نے اس کی بات کی تائید نہ کی۔ مَیں نے چونکہ پہلے کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہ تھا مجھ کو اس پر رحم آیا اور میں نے کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ مَیں اس کی تائید کرتا ہوں مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ سن کر ہنس پڑے اور سب نے سر نیچے کر لئے۔ اب مجھ کو اور بھی زیادہ توجہ ہوئی۔ پھر اس شخص نے میز پر مُکّے بھی مارے اور خوب زور شور سے تقریر کرتا رہا۔ لیکن تمام مجلس خاموش تھی۔ آخر کسی عقلمند نے مجلس برخاست کر دی۔ جب اٹھ کر چلے تو مَیں حیران تھا کہ تمام اہلِ مجلس نے کیوں ایسی سرد مہری دکھائی۔ دروازہ کے قریب پہنچ کر وہی لیکچرار دھڑام سے گر پڑا۔ اور اس وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ شراب کے نشے میں چُور تھا۔ آجکل واعظ عام طور پر خود عملی حالت میں کمزور اور دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں۔" (صفحہ ۱۹۸)

## خدا تعالیٰ کی غیرت

"میرا ایک آشنا تھا۔ اس نے میری ضیافت کی۔ مجھ کو ایک بڑا باغ دکھایا۔ اس میں ایک درخت آم کا بتا کر کہا کہ سارا باغ تو خدا کا ہے۔ آپ کے ساتھ والے جہاں سے اور جس قدر چاہیں کھائیں مگر یہ ایک درخت سید عبد القادر جیلانی کا ہے اس کو ہاتھ نہ لگائیں۔ مَیں نے کہا سید عبد القادر جیلانی تو خدا تعالیٰ کے عاشق تھے وہ بھلا کیسے گوارا کریں گے کہ خدا تعالیٰ کا نام اس پر نہ ہو اور ان کا نام ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں صاحب اس درخت پر خدا کا تو آپ ذکر ہی نہ کریں۔ چند روز کے بعد دریا کا ایسا سیلاب آیا کہ باغ کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ وہ تو سب کا سب خدا تعالیٰ ہی لے گیا چُپ ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا۔" (صفحہ ۲۰۱)

## انبیاء کی محبت کا نتیجہ

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑائیوں میں اپنی بیوی عائشہ صدیقہ رضی اور اپنی بیٹی فاطمہ رضی کو بھی ساتھ لیجاتے تھے۔ کسی تاریخ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ دونوں پکڑی گئی ہوں۔ مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی شکست نہیں کھائی۔ مَیں ایسی کہانیوں کو جھوٹ سمجھتا ہوں کہ نبی کریم نے شکست بھی کھائی۔ مَیں کسی رسول کے قتل کا قائل نہیں۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے ——— انا لننصر رسلنا الخ

غرضیکہ میرا اعتقاد نہیں کہ کسی رسول کو شکست ہوئی ہو۔ چونکہ مجھ کو رسولوں سے محبت ہے اس لئے مَیں نے اپنی عمر میں کبھی شکست نہیں کھائی۔ بہت آدمیوں نے میرے قتل کے منصوبے کئے مگر ہمیشہ ناکام رہے۔" (صفحہ ۲۰۷)

## مسلمانوں کے زوال کا سبب

نواب محسن الملک نے ایک لیکچر دیا۔ اس میں اسلامیوں کے تنزل کے اسباب بیان کئے۔ سید احمد خان نے اس کو بہت ہی پسند کیا اور اس کتاب کو بڑی تعداد میں شائع کیا کہ ملک والے دیکھیں کہ اسباب تنزل کے یہ ہیں۔ سید احمد خان نے میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی۔ مَیں نے اس پر ایک آیت لکھ دی کہ سوائے اس کے اور کوئی سبب تنزل نہیں وہ یہ ہے۔ وقال الرسول یٰرب اِنّ قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجوراً۔ (صفحہ ۲۳۲)

---
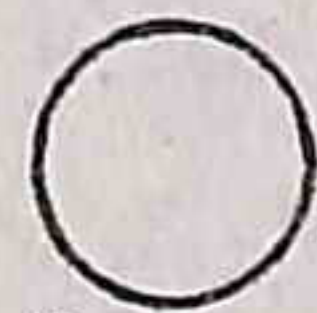
حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس وقت ہم پر قلم کی تلواریں چلائی جاتی ہیں اور اعتراضوں کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی قوتوں کو بیکار نہ کریں اور خدا کے پاک دین اور اس کے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کے لئے اپنی قلموں کے نیزوں کو تیز کریں۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۳۱)

## حضرت اُمِّ وسیم احمد صاحبہ رضی اللہ عنہا

گزشتہ ماہ کا دوسرا بڑا اجماعتی حادثہ حضرت سیدہ امِّ وسیم احمد صاحبہ رضی اللہ عنہا حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کی شکل میں وقوع پذیر ہوا۔ حضرت سیدہ مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک بشارت کے مطابق "خواتین مبارکہ" کے زمرہ میں شامل تھیں۔ ایسے وجود جو اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی کا نشان ہوں، انفرادی اور جماعتی لحاظ سے بے شمار برکات و فیوض کا منبع ہوا کرتے ہیں۔

ہم اس سانحہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت سیدہ مرحومہ کے فرزندان محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان و صدر خدام الاحمدیہ بھارت) اور مکرم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب (افسر امانت تحریک جدید ربوہ) اور دیگر افرادِ خاندان سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ حضرت سیدہ موصوفہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ کی اولاد کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(ادارہ)

# خدام بھائیوں سے خطاب



مجلس خدام الاحمدیہ کے گزشتہ سالانہ اجتماع کے افتتاحی اجلاس سے محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سلمہ ربہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے جو ولولہ انگیز خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن افادۂ عام کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ جملہ خدام بھائیوں سے درخواست ہے کہ اس ایمان افروز خطاب کے ایک ایک لفظ پر غور فرمائیں اور اپنی زندگیوں میں وہ پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں دیکھنا چاہتے تھے (ادارہ)

سورہ فاتحہ اور آیاتِ کریمہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (سورۃ الحدید) کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا

دوستو اک نظر خدا کے لئے

سید الخلق مصطفےٰؐ کے لئے

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ جب سے ہمارے مرکزی اجتماعات شروع ہوئے ہیں ہمارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تمام اجتماعات کا افتتاح فرماتے رہے۔ پھر حضور کی بیماری کے نتیجہ میں جب حضور ان اجتماعات میں شریک نہ ہو سکے تو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ہمارے ان اجتماعات کا افتتاح فرماتے رہے۔ اب ہم ان دونوں برکتوں سے محروم ہیں۔ میں نے اس بارہ میں بہت غور کیا اور سوچا کہ اب افتتاح کے بارہ میں کیا طریق اختیار کیا جائے اور افتتاح کس سے کرایا جائے۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ صحابہ کرام اور جماعت کے بزرگوں میں سے کسی کی خدمت میں یہ درخواست کی جائے کہ وہ اس اجتماع کا افتتاح فرمائیں لیکن آخر مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں شرح صدر عطا فرمایا کہ جو خدا کی تقدیر ہمیں سمجھانا چاہتی ہے اس بات کو سمجھنے کے لئے اور خدا تعالیٰ کی انگلی جس طرف اشارہ کر رہی ہے اس اشارہ کو سمجھنے کے لئے یہی مناسب ہے کہ میں بحیثیت نمائندہ مجلس خدام الاحمدیہ اور صدر خدام الاحمدیہ خود افتتاح کروں تاکہ نوجوانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ خدا چاہتا ہے کہ اب جبکہ جماعت کے بزرگ جنہوں نے بلاواسطہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استفادہ برکات و انوار کیا تھا ہم سے جدا ہوتے چلے جا رہے ہیں ہمیں یہ

بتائے کہ وقت آگیا ہے کہ جماعت کی اگلی نسل اور نئی پود اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور ہر لحاظ سے خود کفیل ہونے کی کوشش کرے۔

پہلے جب ہمیں کسی ظلم کے خلاف فریاد کرنی ہوتی تھی تو ہم سوچا کرتے تھے کہ اب ہم فلاں کے پاس جائیں گے تو ہمدردی کرے گا۔ پہلے جب ہمیں کوئی مشکل پیش آتی تھی قومی طور پر یا فردی طور پر تو ہم کسی بزرگ کی طرف نظر اُٹھاتے تھے اس امید پر کہ ان کی طرف سے ہمارے لئے امداد کا سامان کیا جائے گا۔ پہلے جب ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہوتی تھی تو ہم جانتے تھے کہ ایسے دل موجود ہیں جو ہماری ہمدردی اور ہمیں فائدہ پہنچانے کے لئے پگھلنے کے لئے تیار ہیں۔ اب یہ بات اگر بالکل ختم نہیں ہوگئی تو کم ضرور ہوگئی ہے۔ ایک طرف حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیماری کی بناء پر اور دوسری طرف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے قیمتی اور نادر وجود کے دنیا سے تشریف لے جانے اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں حاضر ہو جانے کی وجہ سے۔

اب عزیزو یہ کام آپ نے کرنے ہیں اور اگر آپ نہیں کریں گے تو قیامت کے دن آپ خدا کو اور اسکے رسول صلعم کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ آپ ہی نے شمع کی طرح پگھل پگھل کر جماعت کی راہ کو روشن کرنا ہے۔ آپ ہی نے اپنی راتوں کے آرام کو چھوڑ کر خدا کے دکھی بندوں کے لئے اور اُن بندوں کے لئے جو سیدھے راستے کو چھوڑ چکے ہیں اور خدا سے دُور جا پڑے ہیں دعائیں کرنی ہیں ........ آپ ہی نے جماعت کیلئے منتظمین، مدبرین، کام کرنے والے اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھنے والے مہیا کرنے ہیں۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو یاد رکھیں کوئی نہیں ہے جو یہ کام کرے۔

خدا تعالیٰ کی تقدیر ہمارے سامنے اس بات کو بڑے زور اور شد و مد کے ساتھ لانا چاہتی ہے کہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۔ کیا وقت نہیں آیا کہ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور بلند بانگ دعاوی کے ساتھ دنیا کے سامنے اس بات کو پیش کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں اُمتِ محمدیہ کا پاسبان بنا کر اور اسلام کی حرمات کا محافظ بنا کر کھڑا کیا ہے کیا وقت نہیں آیا۔ کہ ان کے دلوں میں خدا کے ذکر کی جستجو پیدا ہو۔ کیا وقت نہیں آیا۔۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت میں پگھل پگھل کر پانی کی طرح بہہ جائیں۔ کیا وقت نہیں آیا۔ کہ خدا کے پاک کلام کے لئے ان کے دل میں نرمی پیدا ہو۔ اس کی قدر کریں اور اس کی تعلیمات کو اپنے دل میں بیج کے طور پر جگہ دیں۔ وہ پاک کلام جس کے متعلق خدا نے خود فرماتا ہے کہ خدا کا یہ کلام اگر پہاڑوں کے اوپر نازل ہوتا تو اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا۔ کیا ہم پہاڑوں سے زیادہ سخت دل ہیں کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام کیلئے ہمارے دلوں میں نرمی پیدا نہیں ہوتی۔ پس ہم جو جماعت کی نئی پود ہیں ہمارے سامنے یہ بات پوری شدت کے ساتھ آجانی چاہیئے کہ اب جماعت کی ساری ذمہ داریاں ہم پر آپڑی ہیں۔ ہمیں ہی جماعت کے لئے دنوں کو کام کرنا ہوگا اور راتوں کے آرام کو ترک کرنا ہوگا۔ ہمیں ہی وہ

پُر انوار اور پُر برکات وجود بنتا ہوگا جو کہ شجرہ مبارکہ کے طور پر خدا کی مخلوق کے لئے آرام و راحت کا سامان کرتے ہیں اور خود دُکھ اٹھا کر دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ خود جھُلس کر دوسروں کے لئے تور پیدا کرتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ کام نہ کیا تو پھر یاد رکھیں کہ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے کہ جن کے دلوں میں وہ درد ہو اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان کئے ہوں کہ ان کے دلوں میں زندہ ایمان پیدا ہو جائے۔ ہمیں خدا نے زندہ نشان دکھائے ہیں۔ ہم نے خدا کو اس کی تجلیات کے ذریعہ سے دیکھا ہے پس اگر ہم یقین و ایمان کا یہ نمونہ نہیں دکھائیں گے کہ ہم خدا کے نام کی خاطر سب کچھ قربان کر دیں تو پھر اور کون ایسا کرے گا۔

آئندہ سے آپ یہ سمجھ لیں کہ جماعت کے ستون آپ ہی ہیں اور خلافت کے دست و بازو آپ ہی ہیں۔ آئندہ آپ نے سلسلہ کے سارے کاموں کو سنبھالنا ہے اور دینِ اسلام سے ہمدردی کا حق آپ نے ہی ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے اور ہمارے دلوں میں وہ درد و سوز پیدا کرے اور اپنی اور اپنے رسول کی وہ محبت پیدا کرے کہ ہمیں نفس اور نفس کی تمام خواہشات اور اپنی اولاد اور اپنی سب راحتیں بھول جائیں اور صرف دل میں ایک تڑپ ہو کہ خدایا کسی طرح سے اسلام غلبہ حاصل کرے۔ خدایا کسی طرح سے تیرا فضل تیرے بندوں پر ہو، تاکہ تیری توحید قائم ہو جائے۔ تیرے بندے تیرے در سے خالی ہاتھ نہ جائیں۔ وہ تیری لعنت کے مورد نہ ہوں بلکہ تو انہیں اپنی رحمتوں سے نوازے۔

یہ وقت جو ہماری جماعت پر آیا ہے وہ بڑا خطرناک وقت ہے۔ ایسے ہی وقت میں قومیں اپنی راہوں کو تبدیل کر کے یا تو خدا کے غضب کی مورد ہو جایا کرتی ہیں یا ضالین میں سے ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہ خدایا ہمیں وہ سیدھی راہ دکھا جس پہ تیرے پیارے اور تیرے اولیاء چلے اور جن پر تیری نعمتیں نازل ہوئیں۔ جن راہوں پہ وہ چلے اور جن راہوں سے انہوں نے تجھے پایا اور تیرے قرب کو حاصل کیا۔ خدایا تو ہمیں وہ راہ دکھا اور پھر یہ فضل فرما کہ جب ایک دفعہ وہ راہ ہمیں تو دکھا دے تو پھر ایسا نہ ہو کہ ہم تیرے دین کی خدمت سے تھک کر تیری راہ کو چھوڑ کر مغضوب علیہم ہو جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تجھے بھول کر اور معبود اختیار کر لیں۔ وہ جو سچا محبوب ہے جس کے سوا کسی اور کو معبود نہیں بنانا چاہیئے۔ اس کو ہم بھول جائیں اور عیسائیوں کی طرح کسی اور کو اپنا بت بنا لیں۔

یہ بڑا خطرناک وقت ہوتا ہے جو ہماری قوم پر آیا ہوا ہے جسے ہم تمثیل کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ پہرہ بدل رہا ہے۔ آپ نے کبھی دیکھا ہوگا کہ فوج کی جب ایک گارد بدلتی ہے تو کیا حالت ہوتی ہے۔ کچھ لوگ جو اپنی ڈیوٹی کو ادا کر چکے ہوتے ہیں وہ آرام کی خاطر اپنی کمر کو سیدھا کر رہے ہوتے ہیں اور دوسرے ان کی

جگہ لینے کے لئے وردی کس رہے ہوتے ہیں۔ اگر ایسے وقت میں ذرا بھی غفلت سے کام لیا جائے تو دشمن کے لئے ایسے موقع پر حملہ کرنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ اسی طرح ایسے وقت میں جب کہ ایک نسل اپنے فرض کو ادا کرنے کے بعد خدا کے حضور حاضر ہو رہی ہو۔ اور دوسری اس کی جگہ لینے کے لئے آگے بڑھ رہی ہوتی ہے بہت ہی نازک موقع ہوتا ہے۔ بعض قومیں ناامید ہو جاتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں فلاں اُٹھ گیا اور فلاں اُٹھ گیا اور فلاں اُٹھ گیا۔ مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان فلاں اور فلاں کو برکتیں اور انوار دینے والا خدا زندہ ہے . . . . . . . . وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ ہستی جس نے ہمارے بزرگوں کو کمالات عطا کئے تھے اور اُن کو پُر انوار و بابرکت وجود بنایا تھا وہ ہمارا خدا آج بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ نہ اُس پر کوئی کمزوری آئے گی اور نہ اُس کی قدرتوں میں کوئی کمی واقع ہوگی۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ چلا جائے گا اور جب بھی کوئی بندہ سچے دل کے ساتھ اُس کے حضور میں حاضر ہوگا تو وہ کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا جائے گا۔ وہی برکات جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دی تھیں وہی برکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے دوبارہ ہمارے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی بخل نہیں ہاں اگر ہم خود اپنی غلطی، ناقدری اور کم ہمتی کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں تو الگ بات ہے۔

غرض ایسے مواقع پر جب کہ پہرہ بدل رہا ہوتا ہے ایک نسل اپنے فرائض کو ادا کر کے جا رہی ہوتی ہے، اور دوسری اس کی جگہ لینے کے لئے آ رہی ہوتی ہے۔ قوم کے لئے بہت خطر کا مقام ہوتا ہے۔ اگر اُن میں ناامیدی پیدا ہو جائے اور وہ خدا کے کام کو چھوڑ دیں تو اُن کا حال یہودیوں والا ہو جاتا ہے۔ وہ ظاہر پر تو عمل کرتے ہیں لیکن وہ باطن سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ انعام جو انہیں دیا گیا وہ اُن سے چھین لیا جاتا ہے۔ پھر اُن میں سے بعض لوگ اُس مقصد کو بھول جاتے ہیں جس کی خاطر جماعت قائم کی گئی تھی اور اپنی ذاتی وجاہت اور عزت کو ہی مقصود بنا لیتے ہیں اور انہیں یہ بھول جاتا ہے کہ ان کی جماعت کا قیام اور ان کا نظام اللہ تعالیٰ کی محبت اور جلال کو قائم کرنے کے لئے عمل میں لایا گیا تھا اور ایسے لوگ پھر ضالین میں سے ہو جاتے ہیں۔

جب رات کے اندھیرے میں گاڑی چل رہی ہوتی ہے تو کانٹا بدلتے وقت پتہ بھی نہیں چلتا بس ذرا سی حرکت سے گاڑی اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہے۔ صبح کے وقت جا کے کہیں پتہ چلتا ہے کہ کہیں سے کہیں پہنچ چکے ہیں۔ پس اگر ہم لوگ اس وقت اپنی امیدوں کو اور اپنے عزائم کو اور اپنی ہمتوں کو بلند نہیں کریں گے تو خدانہ کرے ہم ان یہودیوں میں شامل ہو جائیں گے جن پر خدا کا غضب نازل ہوا تھا۔

اگر ہم یہ بھول گئے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی مقصد کے لئے بھیجا اور آپ کی آمد کی کیا غرض تھی تو خدانہ کرے، خدانہ کرے ہم ان ضالین میں شامل ہو جائیں گے جنہوں نے اپنے حقیقی خدا کو چھوڑ دیا اور ذلیل اور حقیر مخلوق

کی عبادت کرنے لگے۔

عزیزو! کانٹا بدلتے وقت کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا، انسان یہی سمجھتا ہے کہ کیا ہے ذرا اِدھر سے اُدھر ہو گئے لیکن یاد رکھو جب اِدھر سے اُدھر ہوئے تو پھر وہ منزل نہیں ملے گی۔ جب انسان خدا کے گھر کو اپنا قبلہ نہیں بناتا اور ذرا سا اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے تو پھر وہ ذرا سی تبدیلی اس کو لیجاتے لیجاتے کہیں کا کہیں پہنچا دیتی ہے۔ اس لئے اگر خدا کا قرب اور خدا کے دین کی خدمت ہمارا مقصد ہے تو یہ وقت ہے کہ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں کہ آیا ہم جماعت کی نیک نامی کا موجب بن رہے ہیں یا نہیں۔ کیا محض خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے دین کے جلال کو ظاہر کرنے کے لئے اس کے پیارے نام کو بلند کرنے کے لئے، اس کی توحید کو قائم کرنے کے لئے ہمارے اندر ویسا ہی جوش پیدا ہوتا ہے یا نہیں جس قسم کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے

سیاہ باد رخِ بخت من اگر بدلم
دگر غرض بجز آں یارِ آشنا باشد

یعنی خدا کرے میری تقدیر مجھ سے روٹھ جائے میری تقدیر کا منہ کالا ہو جائے اگر خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال بھی مجھے آئے۔ یہ سارا سلسلہ اور یہ سب کام جو میں نے شروع کیا ہے صرف اور صرف اُسی پاک وجود کے لئے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ اور اُسی کے چہرہ کی محبت میرے دل میں پائی جاتی ہے۔ پس اے عزیزو ہم بھی! اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اس بات کو دیکھیں کہ کیا ہمارے مقاصد بھی یہی ہیں؟ کیا ہم میں سے ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اور خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا کے سوا اور اس کی قائم کردہ جماعت سے وابستہ ہونے اور اس کے کاموں میں حصہ لینے کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ کاش ہم میں سے ہر شخص اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اسی تحدی کے ساتھ یہ کہہ سکے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ہے کہ:-

سیاہ باد رخ بخت من اگر بدلم
دگر غرض بجز آں یارِ آشنا باشد

کہ میرا بخت مجھ سے ناراض ہو جائے، میری تقدیر مجھ سے روٹھ جائے اور میری تقدیر کا منہ کالا ہو جائے اگر خدا کے سوا اور بھی کوئی میرے سامنے مقصود ہو۔ دنیا میں میرا ایک ہی مطلوب و محبوب ہے۔ وہی ایک ہی ہے جس کو میں اس قابل سمجھتا ہوں کہ اپنی جان سے محبت کروں۔

اگر یہ چیز ہمارے مدنظر ہو جائے۔ اور اگر ہم یہ سمجھ جائیں کہ خدا کی توحید قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تھے اور خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو قائم کرنے کے لئے یہ تنظیمیں قائم کی گئی ہیں نہ اس لئے کہ زید اور بکر کی عزت قائم کی جائے۔ اور اگر ہمیں یہ بات سمجھ آجائے کہ سچی توحید کی راہ اور خدا کے قرب کی راہ بتانے والا اللہ تعالیٰ کا وہ جوانمرد انسان جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے نجات کو وابستہ کر دیا ہے وہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اور کوئی شخص خدا تعالیٰ کے قرب کو نہیں پا سکتا خواہ وہ ریاضت میں ہزار سال بھی گزارے اور عبادت کر کے اپنے وجود کو پگھلا بھی دے جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرے۔

پس آؤ عزیزو! وقت آگیا ہے کہ ہم تجدید عہد کریں ....... انہی الفاظ کے ساتھ پچھلے سال میں نے مجلس خدام الاحمدیہ کے نئے سال کا آغاز کیا تھا۔ خدا کی تقدیر نے شاید یہ الفاظ مجھ سے وقت سے پہلے کہلوا دیئے تھے لیکن اب جو حالات ہم پر آئے ہیں واقعی یہ چاہتے ہیں کہ ہم پھر سے نیا عزم لے کر اُٹھیں۔ آؤ عزیزو! اپنے دل میں یہ عہد کریں اور اس عزم کیساتھ اُٹھیں کہ ہم نے لا الٰہ الّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کے اقرار کو اپنی زندگی کے ساتھ ثابت کرنا ہے۔ صرف قول کے ساتھ نہیں بلکہ ہمارا سارا وجود، ہمارا دل، ہمارا دماغ اور سارے جوارح جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں وہ اسی بات میں صرف ہوں گے کہ ہم اس بات کو ثابت کر دیں کہ لا الٰہ الّا اللّٰہ اللہ کے سوا ہمارا کوئی بھی مطلوب نہیں ہے۔ اللہ کے سوا ہم کسی طرف نہیں جائیں گے اور ساری جان کے ساتھ ہم اُسی سے محبت کریں گے اور اس بات کا بھی اقرار کریں کہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرسول اللّٰہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جو باتیں آپ نے فرمائیں وہ حق فرمائیں اور جو راہ آپ نے دکھائی وہ سچی راہ تھی۔ تبھی ہم نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اس بات کا عہد کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تسلیم ہمیں دی تھی کہ اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ سارا خیر و برکت قرآن کریم میں ہے۔ اگر دنیا و عقبیٰ میں کامیاب ہونا چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو قرآن کریم کی طرف توجہ دو۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم آئندہ سے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھیں گے اور اس کی برکات کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

پھر ایک دفعہ خود خدا تعالیٰ کے الفاظ میں میں آپ عزیزوں سے یہ کہتا ہوں کہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ کیا وقت نہیں آیا کہ وہ لوگ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کے دلوں میں خدا کے ذکر کی وجہ سے خشیت پیدا ہو اور قرآن کریم جو خدا کا کلام ہے اور حق ہی حق ہے اُس کا اُن کے دلوں میں اثر ہو۔ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ ....... اور پھر وہ اُن یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح نہ ہو جائیں جو خدا کے دین کی خدمت کو چھوڑ کر اور دوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ خدا اُن کا قبلۂ مقصود نہ رہا۔ وہ نہ وہ بخدا نہ رہے۔ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ۔ جب ایک لمبا وقت گزر گیا تو فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ اُن کے دلوں میں سختی پیدا ہو گئی۔ یہ سختی ہی ہے جو انسان کو نامراد کر دیا کرتی ہے۔ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثر خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی شریعت پر عمل کرنے کی بجائے اپنی شریعت بنا بیٹھے۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ یاد رکھو کہ زندگی

دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ وہی ہے جو زندگی کا سر چشمہ ہے ۔ اگر تم دائمی زندگی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو ۔ اُسی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عرب کے مُردہ ملک کو دیکھتے دیکھتے دوبارہ زندہ کر دیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دوبارہ مُردوں کو زندہ کیا ۔

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی دوبارہ زندہ کئے جائیں اور وہ دائمی اور حقیقی زندگی جس کے نتیجہ میں انسان کو دائمی خوشحالی اور راحت نصیب ہوتی ہے وہ ہمیں حاصل ہو اور ہم فردی طور پر بھی ترقی کریں اور ہماری جماعت کا جو مقصد ہے یعنی اسلام کو تمام ادیان پر سر بلند دیکھنا اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو تمام جھنڈوں سے بہت اونچا اُڑتا ہوا دیکھنا وہ بھی پورا ہو ۔ تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا چاہیئے کہ وہی زندگی کا سر چشمہ ہے ۔

اگر ہم اُس کے ساتھ وابستہ ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ محبت ، اخلاص اور عبودیت کا تعلق قائم کر لیں گے تو وہ کبھی ہمیں ضائع نہیں کریگا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو خدا کی نظر میں متقی ٹھہر جائے اُسے کوئی چیز تباہ نہیں کر سکتی اس لئے کوشش کرنی چاہیئے اور بہت فکر کرنی چاہیئے ۔ اس بات کی کہ ہم متقی بن جائیں خواہ اور کچھ بنیں یا نہ بنیں ۔ اگر متقی بن جائیں تو ہمیں سب کچھ حاصل ہو جائے گا ۔

ہم اس جگہ جو آئے ہیں اسی مقصد کی خاطر آئے ہیں کہ دنیا و اری کے کاموں سے اور دنیا کی طونی سے الگ ہو کر چند دن اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزاریں اور اپنے آپ کو آئندہ سال کی اُس جد و جہد کے لئے تیار کریں جو ہمیں شیطانی تدبیروں کے مقابل پر کرنی ہے ۔

آپ جو کچھ یہاں سُنیں گے وہ ایک بیج کے طور پر ہوگا ۔ ظاہر بات ہے کہ تین دن میں سب کچھ آپ کو نہیں سکھایا جا سکتا ۔ صرف بیج کے طور پر چند باتیں آپ کے دل میں داخل کی جائیں گی ۔ خدا کرے کہ آپ کا دل اس قسم کی زمین ثابت ہو کہ جو بیج کو قبول کیا کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا کلام ، خدا کے رسول کی محبت بھری باتیں آپ کے سامنے پیش کی جائیں گی ۔ آپ کو چاہیئے کہ دلوں کی سختیوں کو دور کر کے ان باتوں کو اپنے دلوں میں جگہ دیں تا کہ وہ اس میں جڑ پکڑ جائیں اور پھر نہایت مبارک درخت آپ کے دل میں ایمان کا اخلاص و یقین کا پیدا ہو جائے جس کے نتیجہ میں آپ ایسے وجود بن جائیں کہ اپنے لئے بھی ، اپنی جماعت کے لئے بھی اور ملک کے لئے بھی اور دنیا کے انسانوں کے لئے بھی خیر و برکت کا موجب ہوں ۔

خدا کے پاک بندے خدا کی طرف سے تمام مخلوقات کے لئے حرز ہوا کرتے ہیں ۔ وہ تعویذ ہوا کرتے ہیں جن کے طفیل اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی انعامات سے نوازتا ہے ۔ پس اس بات کی کوشش کریں کہ ان تین دنوں میں آپ کے دلوں میں وہ بیج بویا جائے جس سے آپ کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت حاصل ہو جائے اور آپ خدا کے اولیاء میں سے ہو جائیں ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق بخشے کہ ہم خدا کی محبت اور اُس کے رسولؐ کی محبت کو اپنے دلوں میں جگہ

دیں اور اُن پاکباز وجودوں میں سے ہوں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی نظر میں تو وہ ذلیل ہوتے ہیں رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ۔ دنیا کہتی ہے یہ کیا ہیں؛ پھٹے ہوئے کپڑے ہیں، سر پر غبار پڑا ہوا ہے اور بظاہر حقیر معلوم ہوتے ہیں لیکن خدا کی نظر میں اُن کی اتنی قدر ہوتی ہے کہ لَوْ اَقْسَمَ بِاللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ کہ اگر خدا کا نام لیکر وہ کہدیں کہ خدا یوں کرے گا تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری قسم کھا کر یہ بات کہی ہے اس لئے میں اِسے ٹلا نہیں سکتا۔ پس اگر ہم لوگ اُن پاک وجودوں میں شامل ہو جائیں تو پھر زمین بھی ہماری ہے اور آسمان بھی ہمارا ہے۔

خدا کی تقدیر تو پوری ہو کر رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی جماعت کے ذریعہ سے اسلام کو سربلندی اور غلبہ نصیب کرے گا۔ فکر اس بات کی کرنی چاہیئے کہ ہمارے ذریعہ سے اسلام کو سربلندی حاصل ہو، تاکہ ہم ہی وہ لوگ ہوں جو قیامت کے دن خدا اور اُس کے رسولؐ کے سامنے سرخرو ہو سکیں اور بڑے ہی شکر اور امتنان کے جذبات کے ساتھ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اسلام کی سربلندی کی خوشخبری دے سکیں اور کہہ سکیں کہ ہم نے آپ کے فرمودہ کو پورا کر دکھایا تاکہ ہمارا خدا ہم سے خوش ہو سکے، اِس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

مَیں انہی چند باتوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو فتح دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند کرے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا مقصد پورا ہو جائے تو خواہ ہم رہیں یا نہ رہیں فرق نہیں پڑتا ؎

من و تو گرفنا شویم چہ باک
غرض اندر جہاں میاں سلامت اوست

حافظؒ نے کہا ہے کہ مَیں اور تُو اگر مر بھی جائیں، ہلاک بھی ہو جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اصل چیز یہ ہے کہ ہمارے محبوب کی زندگی ثابت ہو، ہمارے خدا کی توحید قائم ہو اور ہمارے رسولؐ کی عظمت قائم ہو" (آمین) ☆

---

## چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے

شوخی و کبر دیوِ لعیں کا شکار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ "خاکسار" ہے

اے کرمِ خاک! چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غیور کو

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک، مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

(محترم ملک غلام فرید صاحب ایم - اے - لاہور)

محترم ملک صاحب سلسلہ احمدیہ کے ایک دیرینہ خادم ہیں۔ کنجاہ ضلع گجرات کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائی تعلیم تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں پائی۔ خدمتِ دین کے لئے ۱۹۱۷ء میں زندگی وقف کی ۱۹۲۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی پر انگریزی کا ایم۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ اسی سال تبلیغ اسلام کے لئے یورپ گئے اور پانچ سال تک جرمنی اور انگلینڈ میں اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہے۔ ۱۹۲۸ء میں قادیان آکر "سن رائز" کے دو سال تک ایڈیٹر رہے۔ اس کے بعد ۶ سال تک "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی کی ادارت کے فرائض سرانجام دیتے۔ پھر چار سال تک نصرت گرلز سکول کے مینیجر بھی رہے۔ تفسیر القرآن انگریزی کے بورڈ آف ایڈیٹرز کے رکن رہے۔ بعد میں آپ ہی چیف ایڈیٹر بنے۔ آجکل تفسیر القرآن انگریزی کا خلاصہ تیار کر رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کے عربی الفاظ کی انگریزی میں ڈکشنری بھی تیار کر رہے ہیں۔ اس کی مدد سے عربی نہ جاننے والے افراد بھی قرآنی مطالب سے آگاہ ہو سکیں گے۔ محترم ملک صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا قرب میسر رہا ہے اور حضورؓ کے متعلق بے شمار روایات کا علم ہے۔ خود حضرت خلیفہ اوّلؓ کے حالات پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ ادارہ خالد اس قیمتی روایت کے لئے آپ کا بہت ہی ممنون ہے ——— (ادارہ)

بہت دنوں کا ذکر ہے کہ ایک روز قادیان میں مسجد مبارک کے نیچے احمدیہ چوک میں، بک ڈپو کے سامنے حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ میں بھی اتفاق سے وہاں آنکلا۔ حضرت میر صاحبؓ اس خاکسار سے نہایت محبت اور شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ مجھے دیکھ کر مجھ سے باتیں کرنے لگ گئے۔ گفتگو مختلف امور کے متعلق ہوتی رہی۔ اس دوران سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا ذکر آگیا۔ حضرت میر صاحبؓ نے مجھے فرمایا کہ اس وقت مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت کا ایک واقعہ یاد آگیا ہے اس کو غور سے سنیں اور یاد رکھیں۔ فرمایا:۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

آخری سالوں میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے۔ ان دنوں آپ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان میں رہتے تھے۔ بیماری جب زیادہ بڑھ گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت فکر پیدا ہوا۔ ڈاکٹروں کے علاج کے علاوہ خود حضرت صاحب بھی حضرت مولوی صاحب کا علاج فرماتے تھے۔ اور مجھے فرمایا ہوا تھا کہ میاں اسحاق! جب میں مولوی صاحب کو دیکھنے جاؤں تو تم میرے ساتھ جایا کرو۔ تاکہ اگر میں کوئی دوائی مولوی صاحب کے لئے تجویز کروں تو تم وہ دوائی ان کو کھلا آیا کرو۔

ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ بہت ہی سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حسب معمول حضرت مولوی صاحب کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی حالت کو دیکھ کر آپ بھی اور دوسرے احباب اور ڈاکٹر صاحبان وغیرہ بھی بہت فکر مند تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کمرے سے نکل کر جس میں حضرت مولوی صاحبؓ تھے، باہر صحن میں آگئے اور فکر مندی کے عالم میں ہی آپ نے ٹہلنا شروع کر دیا۔ میں بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ چونکہ صحن میں دھوپ تھی اس لئے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ حضور پر چھتری کا سایہ کئے ہوئے تھے تھوڑی دیر حضرت صاحب خاموشی سے صحن میں ٹہلتے رہے اور پھر اوپر اپنے مکان میں واپس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ اپنے مکان پر تشریف لا کر آپ اپنی اس کوٹھڑی میں گئے جس میں سے ہو کر آپ مسجد مبارک میں نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ وہاں سے آپ نے اپنی ایک الماری کھولی۔ اس میں سے کچھ دوائیاں نکالیں اور ان کو لے کر ساتھ والے دالان میں آگئے۔ اور زمین پر ہی بیٹھ گئے اور اپنے سامنے کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رکھ کر ان پر دوائیاں ڈالنی شروع کر دیں۔ آپ فکر مندی کی حالت میں خاموش بیٹھے تھے کہ حضرت امّ المومنین نور اللہ مرقدہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فکر کی حالت کو دیکھ کر پاس ہی آکر بیٹھ گئیں۔ اور جیسے کوئی کسی کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے یوں گویا ہوئیں کہ مولوی برہان الدین صاحبؓ جماعت میں بڑے عالم تھے وہ فوت ہو گئے، مولوی عبد الکریم صاحبؓ بڑے عالم تھے وہ بھی وفات پا گئے۔ اب مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ) بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے۔

حضرت میر صاحبؓ نے یہاں تک روایت کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ جب حضرت ام المومنین (طاب اللہ ثراہا) نے حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کے متعلق یہ فقرہ کہا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا "یہ شخص (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ) ہزار عبد الکریم کے برابر ہے"

حضرت میر صاحب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ ملک صاحب! ٹھیک حضرت صاحب کے یہی الفاظ تھے۔ انہیں خوب یاد رکھیں۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نظم لکھی تھی جس کا ایک

شعر یہ تھا ؎

گرچہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد
کم بزاید مادرے با ایں صفا دُرِّ یتیم

(اس آسمان کے نیچے بہت سے نیک
لوگ پیدا ہوئے مگر عبدالکریم جیسا قیمتی
موتی شاید ہی کسی ماں نے جنا ہوگا۔)

مَیں سوچا کرتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی نورالدین صاحب رضؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں وفات پا جاتے تو حضورؑ آپؓ کے متعلق کیا کچھ لکھتے!

کتنا عظیم الشان انسان تھا نورالدین! خدا کے مسیحؑ کا صدیق رضؓ

حضرت مولوی صاحب کو خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اپنی اِس نسبت کی وجہ سے اپنی عظمت کا احساس تھا اور اِس نسبت کی وجہ سے آپ کی روح خدا کے حضور شکر بجالاتے ہوئے گداز ہو جاتی تھی۔ ایک دن مسجد اقصیٰ قادیان میں اس تُوت کے درخت کے نیچے جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپؓ مسجد اقصیٰ میں بعد نماز عصر درس قرآن کریم دیا کرتے تھے۔ فرمایا (مَیں اُس وقت آپ کے سامنے کھڑا تھا) "کسی کو ہم سے بڑھ کر کیا ملا ہوگا۔ ہم تو خلیفۃ المسیح بھی ہو گئے؟" ایک عجیب انداز میں آپ نے یہ فقرہ فرمایا۔ خدا کی بے شمار رحمتیں، اس کے فضل و کرم آپ کی روح پُر فتوح پر ہوں۔!!

---

## دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت

اپنا نمبر خریداری اور پورا پتہ خوشخط اور صاف تحریر فرمائیں۔

---

# استقامت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سچا اور کامل فیض جو روحانی عالم تک پہنچاتا ہے **کامل استقامت** سے وابستہ ہے۔ اور کامل استقامت سے مراد ایک ایسی حالتِ صدق و وفا ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے۔ یعنی ایسا پیوند ہو جس کو نہ تلوار کاٹ سکے نہ آگ جلا سکے اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہنچا سکے۔ عزیزوں کی موتیں اس سے علیحدہ نہ کر سکیں۔ پیاروں کی جُدائی اس میں خلل انداز نہ ہو سکے۔ بے آبروئی کا خوف کچھ رعب نہ ڈال سکے۔ ہولناک دُکھوں سے مارا جانا ایک ذرّہ دل کو نہ ڈرا سکے۔ سو یہ دروازہ نہایت تنگ ہے اور یہ راہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کس قدر مشکل ہے آہ! صد آہ!!"

"خدا کے ظہور کا دن وہی ہوتا ہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آ وے ...... جب ہمارا امتحان ٹھیک ٹھیک اس کے محاذات میں پڑیگا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے ہمیں حاصل ہو گی اس سے پہلے نہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

---

مکرم فیض احمد صاحب اسلم

# غزل



نہ سطح آب پہ اے دوست تُو حباب بنا
تجھے جو نقش بنانا ہے لاجواب بنا

رضائے دوست کو ہر بات پر مقدّم کر
اور اپنی زیست کو دنیا میں کامیاب بنا

نہیں ہے نصرتِ یزداں تو عزم کچھ بھی نہیں
رہِ حیات میں اس کو بھی ہمرکاب بنا

ترے ہی غم سے میسّر مجھے سکوں تھا کبھی
ترا ہی غم ہے جو اب وجہِ اضطراب بنا

نظر ہو مجھ پہ بھی ہلکی سی اِک اے نورِ ازل
مَیں ایک ذرّہ ہوں ذرّے کو آفتاب بنا

حضورِ فیض کے لب پر وہی سوال ہے پھر
کبھی نہ آپ سے جس کا کوئی جواب بنا

# مجلس خدام الاحمدیہ اور نوجوانوں کی دیگر عالمی تنظیمیں



(از محترم سید فضل الرحمٰن صاحب فیضی ۔ آف منصورہ سندھ)

بڑے خوش نصیب ہیں وہ نوجوان جنہیں "مجلس خدام الاحمدیہ" کی رکنیت کا شرف حاصل ہے کیونکہ یہ تنظیم اس جماعت عالیہ کا ایک فعال حصہ ہے جس کو آج سے تقریباً اسّی برس پیشتر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی تجدید و احیاء کے لئے قائم کیا تھا۔ یوں تو دنیا میں اور بہت سی نوجوانوں کی تنظیمیں بھی ہیں۔ ان سب کے پروگرام جداگانہ ہیں اور مختلف دائروں میں وہ کام کرتی ہیں مگر آج روئے زمین پر نوجوانوں کی ایسی ایک تنظیم بھی موجود نہیں، جس کا پروگرام دین کو دنیا پر مقدم رکھنا اور ساری دنیا میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ قائم کرنا ہو۔۔۔۔ اس زمانہ میں یہ نہایت بلند اور مبارک مقام صرف مجلس خدام الاحمدیہ کو حاصل ہے۔۔۔۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔۔۔ اس کے لئے خدام جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کا، اس کے لائحہ عمل کی تشکیل اور وضاحت، نیز اس کی مسلسل تربیت و رہنمائی کا کام اپنے اولوالعزم خلیفہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ذریعہ ہی سرانجام دلایا۔ اور اس تنظیم کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ روز اوّل سے یہ حضور پُرنور کی خاص توجہ و بلاواسطہ قیادت سے مستفید ہوتی چلی آرہی ہے۔ یہ امتیازات بلاشبہ دوسروں کے مقابل خدام کا مقام بہت بلند کر دیتے ہیں۔۔۔۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔۔۔۔

ظاہر ہے کہ کسی بلند مقام کا حاصل ہونا اوّلاً اس کے حاملین پر اپنی بلندی کی نسبت سے بہت بھاری ذمہ داری عائد کر دیتا ہے۔ دوم اپنی بقاء کے لئے مسلسل کام اور جدوجہد کا داعی ہوتا ہے۔ یعنی مقام کا حاصل ہونا ایک بات ہے تو اس کو عملاً صحیح طور پر نبھانا بالکل دوسری بات۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اپنا مقام نبھانے والے ہمیشہ دائمی عزت و شہرت کے مالک ہوتے ہیں۔ اور فرض ناشناس قعرِ ذلت میں گر کر دنیا کی نظروں سے ایسے اوجھل ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ مثلاً دورِ نبوی اور خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں جن مخلص نوجوانوں کو خدمتِ اسلام کا زرّیں موقعہ و مقام حاصل ہوا تھا اس کو انہوں نے نہ صرف مومنانہ عزم و استقلال سے عملاً نبھا دیا تھا بلکہ اسلام و انسانیت کی خاطر جب ضرورت پڑی، بلا دریغ اپنی جانیں بھی قربان کر دی تھیں۔

جنگِ بدر و حنین، یرموک و قادسیہ وغیرہ کی داستانیں
اس پر شاہد ہیں۔ اور آج تک دنیا ان کی فدائیت کے
کارنامے یاد کرکے فرطِ محبت و احترام میں جھومتی ہے۔
رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ!...... لیکن
دورِ زوال کی گزشتہ دو صدیوں میں مسلم نوجوانانِ "والا مقام"
کچھ ایسی خوفناک بے حسی و بے حمیتی کا شکار ہو گئے کہ
وہ بالعموم شہزادے و صاحبزادے تو کہلاتے نظر آئے
مگر بر خلاف اسلاف، ہر ملی و ملکی خدمت اور قربانی کے موقعہ
پر ان کا سایہ تک بھی جاں نثارانِ اسلام کی صفوں میں نظر
نہیں آیا۔ وہ خالی اپنے مقام پر ہی نازاں رہے مگر شایانِ
شان قومی خدمات و قربانیوں سے اسے نبھا نہ سکے۔
نتیجہ ہوا کہ تاریخ کے اکثر اوراق ان کے ذکر سے بالکل خالی
اور پاک ہیں..... خسر الدنیا والآخرۃ!۔

سچی بات یہی ہے کہ دنیا کسی گروہ کے نرے مقام
اور دعاوی سے نہیں بلکہ ہمیشہ اُن کے پُر خلوص و بے لوث
کام اور قربانیوں سے متاثر و مرعوب ہوتی ہے اور
پھر ہمیشہ عزت و تکریم سے ان کو یاد رکھتی ہے۔

آج خدام الاحمدیہ کے سامنے بھی اسلام و
انسانیت کے لئے بے لوث خدمات و قربانیوں کا ایک
مکمل پروگرام ہے جو بفضلہ تعالیٰ ۱۹۳۸ء سے عملاً جاری
ہے۔ خدام نے بلحاظ اپنے مقام کے اس پروگرام کو زیادہ
سے زیادہ کامیاب کرنا اور اکنافِ عالم میں پھیلانا ہے۔
مگر یہ اچھی طرح یاد رہے کہ حسبِ دستور مشرق و مغرب
میں دنیا اس وقت ان کو پہچانے گی اور ان کا وجود تسلیم
کرے گی جب ان کی خدمات و قربانیاں اس زمانہ کی
دوسری نوجوان تنظیموں کی خدمات و قربانیوں سے نسبتاً
زیادہ بلند و نمایاں نظر آئیں گی۔

اس جہت سے ہمارے عزیز نوجوانوں کیلئے دوسری
عالمی تحریکات پر نظر رکھنا اور ان کے کام کا جائزہ لیتے رہنا
بھی از بس ضروری ہے۔ دوسرے نوجوانوں کی عالمی تنظیمیں
ویسے تو کافی تعداد میں پائی جاتی ہیں مگر خدام کے لئے
ان نمائندہ تنظیموں کے حالات و خدمات کا علم ہی زیادہ دلچسپی
و فائدہ کا موجب ہوگا جو اگرچہ اصولاً تو نہیں مگر فکر و عمل
کے لحاظ سے ایک گونہ ان کی تنظیم سے مشابہت رکھتی ہیں۔
ہمارے نزدیک ایسی دو عالمی تنظیموں میں سے ایک "ینگ مین
کرسچین ایسوسی ایشن" (Y.M.C.A.) ہے اور دوسری
"بوائے اسکاؤٹس" (BOY SCOUTS) کی تنظیم۔
لہٰذا ان کے کچھ ضروری کوائف ہم ذیل میں ہدیۂ ناظرین کرتے
ہیں۔

## (۱) وائی۔ ایم۔ سی۔ اے (Y.M.C.A.)

یہ عیسائی نوجوانوں کی ایک مذہبی معاشرتی تنظیم ہے
۱۸۴۴ء میں انگلستان کے ایک مسیحی نوجوان (MR.
GEORGE WILLIAMS) مسٹر جارج ولیمز
(۱۸۲۱-۱۹۰۵) کے بظاہر ایک معمولی سے پروگرام سے
اس کا آغاز ہوا تھا۔ یہ نوجوان اُس وقت لنڈن کی ایک
منڈی میں کام کرتا تھا، جہاں فالتو اوقات میں وہ دوسرے
ہم پیشہ نوجوانوں کو اکٹھا کرکے مسیحی نماز و مطالعہ بائیبل
کی تلقین کیا کرتا، اور ساتھ ہی مذہبی اور معاشرتی خدمات
بجا لانے کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا تھا۔

مسٹر ولیمز کی یہ مجالس آہستہ آہستہ منڈی میں
مقبول ہونے لگیں۔ ازاں بعد ان کا اثر منڈی سے باہر
شہر میں، اور پھر شہر سے باہر مضافات و قرب و جوار
کے علاقوں میں پھیل گیا۔ بلکہ اور آگے بھی دور دور تک

جا پہنچا۔ وجہ یہ کہ اس زمانہ میں یعنی انیسویں صدی کے وسط تک اکثر یورپین طاقتوں نے غیر ممالک میں اپنا تسلط جما لیا تھا۔ اور اُن کے پادری صاحبان اور اربابِ حکومت دنیا بھر میں مسیحیت کی تبلیغ و ترویج کو بڑے زور شور سے اپنا فرضِ منصبی قرار دے رہے تھے۔ اس لئے قدرتاً مسیحی اقتدار کی بڑی بڑی امنگیں عیسائی نوجوانوں کے دلوں میں اُٹھ اُٹھ کر موجزن رہتی تھیں، اور کلیسیائی رنگ کی خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کو وہ زمانہ کی پکار سمجھتے تھے۔ بایں حالات نوجوان مسٹر ولیمز کو اپنے وقت میں ایک سازگار دنیوی ماحول ملا، اور عام نوجوانوں میں اُن کی نماز و مطالعہ بائیبل کی تلقین نیز مذہبی معاشرتی خدمات کی اپیل جلد ایک قومی تحریک کا رنگ پکڑ گئی۔ اور جزائر برطانیہ میں "وائی۔ایم۔سی۔اے" کے نام سے مشہور ہوئی۔

برطانیہ سے "وائی۔ایم۔سی" ایسوسی ایشن کی آواز جب یورپ کی دوسری طاقتوں کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے بھی سیاسی مذہبی اغراض کے ماتحت بہت جلد اس تحریک کو اپنے اپنے ملک میں جاری کر دیا۔ اور اکثر مقامات پر وہاں کے بارسوخ شہری و سرکاری اصحاب نے بڑی فراخ دلی سے اس تحریک کی امداد اور حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے عیسائی نوجوانوں کی یہ مذہبی سیاسی و معاشرتی تنظیم فرانس و ہالینڈ وغیرہ میں بھی جاری ہو گئی۔ اپنے آغاز سے دس سال بعد یعنی ۱۸۵۵ء میں "وائی۔ایم۔سی۔اے" کی ایک خاص بین الاقوامی کانفرنس پیرس میں منعقد ہوئی تھی جس میں علاوہ بعض بارسوخ ہمدرد ہستیوں کے مسٹر جارج ولیمز بھی شریک ہوئے تھے۔ پھر یہ تحریک سمندر پار امریکہ، کینیڈا، ہندوستان اور آسٹریلیا میں بھی جا پہنچی۔ اور اسی طرح دنیا میں پھیلتی رہی۔ حتیٰ کہ سو سال کے عرصہ میں "وائی۔ایم۔سی۔اے" کی خود مختار شاخیں دنیا کے چھپن ۵۶ ممالک میں قائم ہو چکی تھیں۔ ان کی رہبر کمیٹی کا صدر مقام جنیوا رہا۔

بلحاظ اعداد و شمار ۱۹۴۲ء تک دنیا میں دس ہزار سے زیادہ "وائی۔ایم۔سی۔اے" کی شاخیں اپنے پروگرام کے مطابق مصروفِ عمل تھیں۔ ان کے ذمہ دار افسروں کی مجموعی تعداد چھ ہزار اور ممبران کی تعداد ساڑھے اٹھارہ لاکھ سے اوپر تھی۔ ممبران میں تیسرا حصّہ نوعمر لڑکوں پر مشتمل تھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں تو "وائی۔ایم۔سی۔اے" ایک ممتاز جماعتی ادارہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس کو مختلف الخیال شہریوں سے امداد ملتی رہتی ہے۔ ۱۹۴۲ء تک صرف امریکہ میں اس تنظیم کی جائداد و سرمایہ کا تخمینہ چھبیس ۲۶ کروڑ ڈالرز کے لگ بھگ تھا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا" ۱۹۵۰ء۔ جلد ۲۳ زیر لفظ (Y.M.C.A

## (۲) بوائے سکاوٹس (BOY SCOUTS)

بوائے اسکاوٹس کی تحریک جزائر برطانیہ میں ۱۹۰۸ء میں فوجی جنرل لارڈ بیڈن پاول LORD BADEN-POWELL (۱۸۵۷-۱۹۴۱) نے شروع کی تھی۔ اس تحریک کا مقصد نوعمر لڑکوں اور نوجوانوں میں عملاً ایسی تربیتی رَو کا چلانا ہے کہ جس سے ان کے اندر اچھی شہری صفات زیادہ سے زیادہ اُبھریں۔ اسلئے بہم مشاہدات و نیک اعمال سے، نیز اطاعت، خدمت و خود اعتمادی کے جذبات سے ان کی شخصیتیں تعمیر ہوں۔

وہ گزارے کے لئے کسی صنعت یا حرفت میں دسترس حاصل کر کے اپنی مدد آپ کرنا سیکھیں۔ دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا اور حتی الامکان مصیبت زدوں کی خدمت اور امداد کرنا اپنا امتیازی وصف قرار دیں تاکہ تمام اسکاؤٹس اپنی اپنی سوسائٹی میں مفید و ہر دلعزیز وجود ثابت ہوں۔ ملک و قوم سے وفاداری کا جذبہ ان میں ہمیشہ اور ہر حالت میں نمایاں رہے۔ اندھا دھند مروّجہ علوم نہ پڑھیں؛ بلکہ اپنے اپنے طبعی رجحان کے مطابق جو کچھ پڑھیں آنکھیں کھول کر اور مفید وجود بننے کیلئے پڑھیں۔ مختصر یہ کہ اُٹھتی ہوئی پود کو عمدہ شہری بننے کی تربیت دی جائے تاکہ وہ مشاہدہ، عمل اور خود اظہاری کے راستہ سے آگے بڑھیں اور بڑھتے چلے جائیں۔

بوائے اسکاؤٹس کی تنظیم کسی خاص قوم یا ملک سے مخصوص نہیں۔ بلکہ اپنے آئین و عمل کے لحاظ سے روایتاً جماعتی، مذہبی، سیاسی اور رنگ و نسل کی بندشوں سے آزاد ہے اور بین الاقوامی ہے۔ نوعمر لڑکوں میں شخصی وقار پیدا کرنا اس کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اس تحریک کے خاص قوانین ہیں۔ ہر ایک لڑکا اس تحریک میں شامل ہوتے وقت اپنی عزتِ نفس کے نام پر یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اُن تمام حقوق کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے بادشاہ یا ملک کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں، حتی الامکان خلوصِ دل سے ادا کرتا رہے گا۔ اور ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنا اپنا شعار بنائے گا۔ اور اسکاؤٹس قوانین کا پابند رہے گا۔

یہ تحریک تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ "CUBS" (چیتے کے بچے) کہلاتا ہے!۔ اس میں آٹھ سال سے گیارہ سال تک کی عمر کے چھوٹے لڑکے لئے جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ "SCOUTS" (مخبر) کہلاتا ہے۔ اس میں بارہ (۱۲) سال سے سترہ (۱۷) سال تک کے نوعمر لڑکے شامل کئے جاتے ہیں۔ تیسرا حصہ "ROVERS" (گشت لگانیوالوں) کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں اٹھارہ (۱۸) سال سے آگے کی عمر کے نوجوان شامل ہوتے ہیں۔ تربیتی اصول اِن تینوں حصوں کے لئے یکساں ہیں۔ البتہ تفصیلات میں عمر کے لحاظ سے ہر حصہ میں کچھ مناسبِ حال صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ تربیت بالعموم ان چار (۴) بنیادی عنوانات کے ماتحت کی جاتی ہے:۔

(۱) چال چلن اور عقل و فہم

(۲) علم و ہنر اور دستکاری

(۳) جسمانی صحت اور خود حفاظتی

(۴) خدمتِ خلق اور خدمتِ سلطنت۔

۱۹۱۰ء میں بوائے اسکاؤٹس کی تنظیم سلطنت برطانیہ میں ہر جگہ پھیل گئی تھی اور اس کے ممبران کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے متجاوز تھی۔ دوسری سلطنتوں میں بھی اس تحریک نے فروغ حاصل کیا۔ گزشتہ دو عالمگیر جنگوں میں لاکھوں کی تعداد میں بوائے اسکاؤٹس نے خدمتِ قوم و خدمتِ خلق کے کام سرانجام دیئے تھے۔

ہر دو سال کے بعد اِس تحریک کی ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ جس میں مختلف ممالک سے قائدین شامل ہوتے ہیں۔ ہر چار سال کے بعد بوائے اسکاؤٹس کا ایک بین الاقوامی اجتماع ...... جس کو "جمبوری" کہتے ہیں ...... دنیا کے کسی ایک ملک میں بلایا جاتا ہے۔ اس اجتماع میں ROVERS یعنی گشت لگانے والے اسکاؤٹس شریک ہوتے ہیں اور ضروری امور پر تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر اجتماع والا ملک میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے۔ اس طرح سے اُبھرتی ہوئی نسلیں ذاتی طور پر

ایک دوسرے کے قریب لائی جاتی ہیں تاکہ ان میں باہمی تعارف کے مواقع اور دوستی کے جذبات پیدا ہوں اور بالآخر رشتۂ اخوت قائم ہو۔ (ایضاً "انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا" سنہ ۱۹۵۰ء۔ جلد ۳۔ "BOY SCOUTS")

متذکرہ بالا کوائف سے ظاہر ہے کہ "وائی۔ایم۔سی۔اے" اور "بوائے اسکاؤٹس" کی تنظیمیں مختلف الخیال مگر متحد العمل ہیں۔ اوّل الذکر ایک سو بیس سال سے عیسائیت کی علمبردار اور قومی خدمت خلق کی مؤید ہے تو دوسری پچپن سال سے روایتاً ملکی، سیاسی، مذہبی بندشوں سے آزاد رہ کر اعلیٰ شخصی تعمیر و خدمت خلق کی حامی ہے۔ ایسے دونوں مغربی تہذیب و تمدن کی دلدادہ ہیں۔ دونوں کو "مہذب" اقوام کی امداد اور ہمدردیاں حاصل ہیں اور دونوں اپنے اپنے لائحۂ عمل کے مطابق کافی شہرت کے ساتھ دنیا میں کام کر رہی ہیں۔

ان عالمی تنظیموں کے ذکر کے بعد، اب ہم "مجلس خدام الاحمدیہ" کے کوائف کا بھی ایک سرسری جائزہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہے:۔

سنہ ۱۹۳۸ء کے شروع میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی تھی۔ روزِ اوّل سے اس کے قیام کی بڑی غرض و غایت جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کے اندر خالص اسلامی رنگ کی تعلیم و تربیت کا اثر اور صحیح علم و عمل کی مطابقت کا پیدا کرنا ہے۔ تاکہ احمدی کا نوجوان اس اہم عالمی ذمہ داری کے بارگراں کو اٹھانے کے قابل ہو جائیں جو کل ان کے کندھوں پہ پڑنے والا ہے۔ ہر احمدی جو پندرہ ۱۵ سال سے چالیس ۴۰ سال تک کی عمر کا ہے وہ مجلس خدام الاحمدیہ کا ممبر ہو سکتا ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام پر اب پچیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور اپنے محدود دائرہ میں مرکزی نظام کے ماتحت اس کی باقاعدہ کام کرنیوالی مجالس کی تعداد ابھی پانچسو ساٹھ ۵۶۰ تک پہنچی ہے جو اپنے اپنے قائد و ذیلی عہدیداروں کی نگرانی میں مرکزی ہدایات کے مطابق کام کرتی ہیں۔ باقاعدہ رکنیت حاصل کرنے والے ممبران کی تعداد پانچ ہزار چار سو بتیس (۵۴۳۲) ہے۔ امسال اس تنظیم کا مجوزہ بجٹ اخراجات ۱,۱۵,۶۳۰ روپے کا ہے۔

بادی النظر میں یہ قلیل ترین تعداد رکنیت اور اقل ترین سرمایہ والے کوائف شاید دنیا کے نزدیک قابل ذکر بھی نہ سمجھے جائیں مگر یہ سہی، اصل حقیقت یہ ہے کہ اپنی کمزور حالت کے شدید احساس میں ہی خدام الاحمدیہ کی عالمگیر بیداری و ترقی کا راز مضمر ہے...... کیونکہ ضرورت ہمیشہ حرکت کی داعی ہوتی ہے اور پھر حرکت میں خدا کی برکت ہوتی ہے ...... دوسری عالمی تنظیموں کے پیچھے بے شک مقتدر سرمایہ ہے، بڑی بھاری اکثریت اور موجودہ عیسائیت کا سیاسی فلسفہ ہے۔ مگر روح نہیں ہے۔ ان کے پاس کوئی حقیقی پیغام امن نہیں ہے، جو اصل کامیابی کی کلید ہوتا ہے۔ اس کے برعکس باوجود اپنی تمام مادی کمزوریوں کے، ہمارے پاس دنیا کے لئے امن و سلامتی کا ایک وسیع پرور حقیقی پیغام موجود ہے یعنی دین اسلام۔ جس کو پھیلانے کے لئے خدام الاحمدیہ کی طرف سے بھی ایک عالمگیر منظم تیاری و عمل کی ضرورت ہے۔

اپنے موجودہ کوائف کے پیش نظر آج تیاری کے سلسلہ میں خدام الاحمدیہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ ممبرانِ مجلس کی تعداد بڑھانے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول کریں۔ کیونکہ باقاعدہ ممبران کی تعداد بڑھے گی تو انشاء اللہ چندوں کی آمد میں بھی لازماً اضافہ ہوگا اور

کام میں سہولت پیدا ہوتی جائے گی۔ عزم، توجہ و استقلال کے ساتھ یہ کوئی مشکل امر نہیں، البتہ ہر پہلو سے نہایت اہم ہے۔ حسب الارشاد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز .... "اگر کوئی شخص ان مجالس (انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ) میں سے کسی مجلس میں بھی شامل نہ ہوگا تو وہ ہرگز جماعت میں رہنے کے قابل نہیں سمجھا جائے گا۔"

(الفضل خطبہ نمبر ۲۶/۴/۴۴)

ذرا غور کیجئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت جماعت احمدیہ کی تعداد تین لاکھ سے متجاوز تھی۔ اب پچپن سال کا عرصہ گزر جانے پر اگر ہم جماعتی ترقی (پیدائشی و نئے احمدیوں کے ساتھ) کم از کم چوگنی تسلیم کر لیں تو آج احمدیوں کی تعداد بارہ لاکھ کی تو ہوگی۔ ان بارہ لاکھ نفوس میں سے اگر نوجوانوں کی تعداد صرف چوتھائی رکھیں تو وہ بھی تین لاکھ ہوں گے۔ ان میں سے ابتدائً اگر نصف تعداد یعنی ڈیڑھ لاکھ احمدی نوجوانوں کو ہی خدام الاحمدیہ کی باقاعدہ رکنیت میں اس وقت شامل کر لیا جائے تو جہاں اُن کی موجودہ تعداد ساڑھے پانچ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ ہو جائے گی وہاں سالانہ چندوں کی آمد بھی، فی ممبر آٹھ آنے کے حساب سے، موجودہ پچاس ہزار روپے سے بڑھ کر انشاء اللہ نو لاکھ روپے ہو جائے گی۔ لیکن یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ ہم نے اس جگہ اقل ترین اندازہ ہی پیش کیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جماعتِ احمدیہ بفضلہ تعالیٰ اکنافِ عالم میں دن بدن پھیل رہی ہے اور ترقی پذیر ہے۔ خدام ہمارے اندازہ سے کہیں زیادہ آگے قدم بڑھا سکتے ہیں۔

خدام الاحمدیہ کی دوسری اہم ضرورت یہ ہے کہ بیرونی ممالک میں جہاں کہیں نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں، وہ چونکہ مرکزی نظام سے بہرحال دُور ہیں، اس لئے وہاں کے نوجوانوں کو جلد از جلد تنظیم خدام الاحمدیہ میں باقاعدہ شامل کیا جائے۔ تاکہ اسلامی تعلیم و تربیت سے وہ کما حقہ، عملاً آگاہ ہوتے رہیں، اور کامل اطاعت و فدائیت کا سبق سیکھیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض کو پورا کرنے میں ہمہ تن کوشاں رہیں۔ بالفاظ فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض یہ ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب کے دور کو مٹا کر اسلام کے عقائد، اس کی شریعت، اس کے تمدن، اس کی تہذیب، اس کے علوم، اس کے اقتصاد، اس کی سیاست، اس کی معاشرت اور اسکے اخلاق کو قائم کیا جائے۔"

(انقلاب حقیقی صلا)

ایسا عالمگیر اسلامی انقلاب پیدا کرنے کے لئے مشرق و مغرب کے احمدی اطفال و خدام کا مرکزی نظام کے ماتحت ذہنی و عملی طور پر تیار ہوتے رہنا اور ترقی کرنا جس قدر ضروری ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں عظیم الشان انقلاب ہمیشہ عظیم الشان جد و جہد سے رونما ہوا ہے اور اس میں نوجوانوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور اطاعت و عمل کا بڑا بھاری دخل رہا ہے۔

خدام کی تیسری اور نہایت اہم ضرورت یہ ہے کہ خدمتِ اسلام اور خدمتِ خلق کے بے لوث جذبات ان کے دلوں میں ہمیشہ زندہ و ترقی پذیر رہیں۔ اور وہ جس جگہ بھی ہوں خشیۃ اللہ و اعمالِ صالحہ کی مطابقت کے ساتھ احمدیت کے بہترین نمونے ثابت ہوں۔ تا اس کے صلہ میں دنیا ان کو عزت و تکریم کی نگاہوں سے دیکھے اور ان کی خدا ترسی،

دینداری، اعلیٰ اخلاق و شرافت کی ہر موقعہ پر قسم کھا سکے۔

ظاہر ہے کہ دوسروں کی نظروں میں ایسا عزت کا مقام پانا بغیر دینی واقفیت اور صحیح عمل کے کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ صحابہ کرامؓ نے دینی علم و اخلاق اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے ہی دنیا کی نگاہوں میں عزت کا بے نظیر مقام حاصل کیا تھا۔ اس لئے یہ لازمی امر ہے کہ ہمارے نئے عزیز نوجوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ثریا سے واپس لائی ہوئی اسلامی تعلیم سے کما حقہٗ پوری واقفیت حاصل کریں۔ حضور علیہ السلام کی اور خلفاءِ سلسلہ کی پُر از حقائق و معارف، تصانیف و تفاسیر کا حتی الامکان زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں اور مسلسل اپنا دینی علم بڑھاتے رہیں۔ اس ضمن میں صاحبِ علم خدام اپنے کم علم دوستوں کی کافی راہنمائی اور حوصلہ افزائی فرما سکتے ہیں۔

مطالعہ کتب کے ضمن میں بے شک ہجرت کے بعد فراہمی کتب کا سوال پہلے کی طرح آسان نہیں رہا اور اس کا حل ابھی کافی وقت لے گا۔ تاہم جہاں پہلے سے بھی جماعتی لائبریریاں موجود ہیں وہاں کے خدام ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر بنیادی واقفیت کے لئے قرآن مجید (مترجم) کے ساتھ کم از کم (۱) "کشتی نوح" (۲) "اسلامی اصول کی فلاسفی" (۳) دیباچہ تفسیر قرآن پاک انگریزی والی "سیرۃ حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم" (۴) "دعوت الامیر" (۵) "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کا ہر خادم کے پاس برائے مسلسل مطالعہ موجود رہنا ازبس ضروری ہے۔ یہ وہ پانچ کتابیں ہیں جن میں سے بعض کے تراجم دوسری عالمی زبانوں میں بھی دستیاب ہیں۔ خدا کرے باقی کے ترجمے بھی جلد شائع ہو جائیں تاکہ بیرونی ممالک کے خدام بھی یکساں فائدہ اٹھا سکیں۔ ہمارے عزیز نوجوان انشاء اللہ العزیز ان کتب کو ضرورت کے مطابق بہت مفید پائیں گے۔

ہم نے شروع میں خدام الاحمدیہ کے بلند مقام کا، اور ماضی میں بلند مقام کو نبھانے کے ذی عزت اور نہ نبھانے کے دلخراش تاریخی اثرات و نتائج کا ذکر کر کے دوسرے نوجوانوں کی دو عالمی تنظیموں کے ضروری کوائف پیش کئے ہیں اور پھر برائے موازنہ و مقابلہ مجلس خدام الاحمدیہ کی موجودہ کیفیت کا ذکر کیا ہے۔ تاکہ ہمارے مخلص نوجوان صحیح طور پر یہ اندازہ لگا سکیں کہ وہ اب تک کیا کچھ کر چکے ہیں اور آگے کیا کرنا ہے۔ پھر مستقبل کے پیشِ نظر ہم نے تین اہم ضروریات کا ذکر کیا ہے جو خدام الاحمدیہ کی فوری توجہ چاہتی ہیں۔ یعنی (۱) احمدی نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں باقاعدہ تنظیم خدام الاحمدیہ میں شامل کیا جائے تا بجٹ میں ایزادی چندوں کی آمد میں نمایاں اضافہ ہو اور کام میں سہولت میسر آئے۔ (۲) بیرونی ممالک کے سب احمدی نوجوانوں کو بھی جلد از جلد اس تنظیم میں باقاعدہ شامل کیا جائے تاکہ وہ بھی دینی تعلیم و تربیت سے عملاً آگاہ ہو کر عالمگیر اسلامی دور قائم کرنے میں ہمہ تن کوشاں ہو جائیں (۳) احمدی خدام کے پاس زیادہ سے زیادہ اسلامی علم و اخلاق کی دولت کا ہونا بے حد ضروری ہے تاکہ اپنے نیک عملی نمونوں سے دنیا کی نظروں میں انہیں حقیقی عزت و مقبولیت کا مقام حاصل ہو۔ بنیادی مطالعہ کے لئے پانچ کتابوں کے نام بھی لکھ دیئے ہیں۔

بالآخر یہ اچھی طرح یاد رہے کہ ہر تنظیم کے کامیابی حاصل کرنے کا بنیادی اصول ایک اور صرف ایک ہی ہے ..... اطاعت ..... دنیا میں فوجی تنظیم اطاعت کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ ایک دلاور فوج کا ہر سپاہی اطاعت کا پیکر ہوتا ہے اور اپنے تجربہ کار افسروں کے سامنے بغیر کسی قسم کے چون و چرا کے سر تسلیم خم کر دینے میں ہی اپنی عزت

سمجھتا ہے۔ دراصل اطاعت میں ہی فوج کی اصل طاقت، رعب اور دبدبہ کا راز مضمر ہے۔ اسلام نے تو اطاعت کو فتح وظفر کی کلید بتایا ہے، اور کامل اطاعت کے صلہ میں بڑی سے بڑی کامیابی کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ وعدہ بشارت موجود ہے:-

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (احزاب ع ۹)

یعنی "جو شخص اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرے وہ یقیناً عظیم الشان کامیابی حاصل کرتا ہے۔"

آگے اولی الامر کی اطاعت کرنا بھی لازمی ہے۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"آج نوجوانوں کی ٹریننگ اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے... ... جب قوم تربیت پاکر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو (اطاعت میں) ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔" (الفضل ۱۷-۴-۳۹)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے عزیز مخلص نوجوانوں کو اور ہم سب کو زمانہ کی پکار کے مطابق خدمتِ اسلام و خدمتِ خلق کی پوری توفیق عطا فرمائے تا مغرب و مشرق میں ہر جگہ مضطرب و مظلوم انسانوں کے دکھیا دل حقیقی امن وسکین کا پیغام سن کر تسلی پائیں۔ اور احمدیوں کی دینداری، تقویٰ و شرافت اور تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف رجوع کریں اور دنیا میں اسلامی تہذیب و تمدن کا دور دورہ خدا کرے پھر سے قائم ہو جائے اور دینِ اسلام سربلند ہو۔ آمین ثم آمین۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین!

---

# خدام الاحمدیہ کا علمِ انعامی

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ہر سال نمایاں کارکردگی کی بنیاد پر مجالس کا موازنہ کیا جاتا ہے اور مجموعی لحاظ سے اول رہنے والی مجلس "خلافت جوبلی علمِ انعامی" کی مستحق قرار پاتی ہے۔

گزشتہ برس یہ اعزاز مجلس لائلپور کو حاصل ہوا تھا۔ مگر امسال مجلس کراچی نے جملہ مجالس میں اول پوزیشن حاصل کی۔ چنانچہ جلسہ سالانہ کے آخری اجلاس کے دوران قائد صاحب کراچی کو سٹیج پر بلا کر "علم" عطا کیا گیا۔

دوم رہنے کا شرف امسال (پہلی بار) مجلس ربوہ کے حصہ میں آیا۔ جبکہ مجلس لائلپور تیسرے نمبر پر رہی۔ دیہاتی مجالس میں سے مجلس انور آباد اول اور مجلس چک ۹۶ ضلع لائلپور دوم قرار پائی۔

اللہ تعالیٰ یہ اعزازات ان سب مجالس کے حق میں بہت مبارک کرے اور بقیہ مجالس کو بھی مسابقت فی الخیر کے جذبہ کے تحت پُرجوش عمل عطا فرمائے۔

(مہتمم اشاعت)

مکرم عبد الشکور صاحب اسلم ایم ایس سی

# کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ کی اہمیت



حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس کے الفاظ یہ تھے:۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر علم کی اہمیت اور اس کی ضرورت سے آگاہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے متعدد جگہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، اَفَلَا تَتَدَبَّرُوْنَ، اَفَلَا تَشْعُرُوْنَ وغیرہ کے الفاظ رکھ کر بنی نوع انسان کو علم کی ترویج کی طرف توجہ دلائی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی تخلیق کا اصل مقصد علم کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا۔ پس علم بشریت کا سب سے پہلا تقاضا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی اس وقت تشریف لائے جب انسان اپنے ارتقاء کے لحاظ سے اس مقام کو پہنچ چکا تھا کہ اسے ایک دائمی شریعت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم یعنی کلام اللہ کو انسانی دنیا کیلئے ایک دائمی شریعت کے طور پر پیش کیا۔ قرآن کریم بنی نوع انسان کے لئے مکمل اور جامع لائحہ عمل پیش کرتا ہے اسلئے علوم میں سے سب سے بڑا علم قرآن کریم اور دین محمدی کا علم ہے۔ اور چونکہ قرآنی شریعت قیامت تک کے لئے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ فرما کر اس کی لفظی و معنوی دونوں قسم کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ معنوی حفاظت کے لئے مجددین کا سلسلہ جاری فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چودہ سو سال بعد گمراہی فسق و فجور اور دجالیت کے زور کی وجہ سے مسیح موعود کی تشریف آوری ضروری ہوگئی جو اپنے کارناموں اور خدا کے فضل سے مسیح ثانی، مہدی، نبی اور جری اللہ فی حلل الانبیاء بھی کہلایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد احادیث میں موجودہ زمانہ کی گمراہی اور دجالیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس بات کی خوشخبری بھی دیدی کہ اس پُرفتن زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کو روحانیت کے پانی سے پیاسا نہیں رکھے گا بلکہ اگر ایمان ثریا پر بھی معلق ہو جائے گا تو ابناء فارس میں سے ایک شخص اسے واپس لے آئے گا اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ وہ شخص بنی نوع انسان میں خزانے لٹائے گا اور لوگ اس کے لینے سے انکار کر دیں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ خزانے سونے اور چاندی کی شکل
میں تو ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ کوئی شخص بھی انہیں لینے سے
انکار نہیں کر سکتا۔ یہ خزائن وہی خزائن ہو سکتے ہیں جو خدا
کا مرسل و مامور خدا تعالیٰ سے علم پا کر روحانی علوم کے
جواہرات کی شکل میں دنیا کے سامنے بکھیرتا ہے۔ اور
بدقسمت انسان مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ کے ماتحت ان جواہرات کو لینے
سے انکار کر دیتا ہے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے
مطابق جب گمراہی اپنی انتہاء کو پہنچ گئی، ایمان ثریا
سے معلق ہو گیا، مسجدیں ویران ہو گئیں، مسلمان بیسیوں
فرقوں میں بٹ گئے اور انہوں نے یہودیت کا پورا پورا
رنگ اختیار کر لیا تو اس وقت ایک مرد مجاہد نے دنیا
کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک
اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں
غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور
تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے
ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا
وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی
اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا
اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے
جو فلسفیت اور نیچریت اور شرک اور
دہریت کے لباس میں اس باغ کو کچھ نقصان
پہنچانا چاہتے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام)

اسی طرح اس بطل جلیل نے اعلان فرمایا:۔

"اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا
ہے کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر
کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ
جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے
اس سے ان کو پاک صاف کر دوں اور
خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں
اس نور کو جو اسلام میں ملتا ہے ان کو
جو حقیقت کے جویاں ہیں دکھاؤں"

نیز فرمایا:۔

"اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں
اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان
گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائیگا
جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں
کے لئے تیار کئے ہیں"
(مسیح ہندوستان میں)

اسی طرح آپ نے فرمایا ؎

"وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار"

لوگوں نے آپ کے ان دعاوی کو تعجب کی نگاہ سے
دیکھا۔ بعض نے تضحیک کی۔ بعض نے ایک وقتی جذبہ سمجھا
اور بعض نے اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے پر اس
دعوے کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور
لگایا مگر ہوا وہی جو خدائی نوشتوں میں لکھا جا چکا تھا۔
آپ نے روحانی خزائن کو لٹانے کے لئے ایک نہیں، دو

نہیں، چھیاسی کتب لکھ کر دنیا کے سامنے اپنا دعویٰ بدرجۂ اتم پورا کر دکھایا۔ اپنے تو اپنے بیگانے بھی اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ آپ نے اسلام کے دفاع میں ایسا لٹریچر چھوڑا ہے جو قیامت تک یادگار رہے گا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۹ پر لکھا:۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی...... ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفینِ اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔"

مولانا ابوالکلام آزاد نے آپ کے متعلق لکھا:۔

"وہ شخص، بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا...... دنیا سے اُٹھ گیا...... ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔"

اسی طرح مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا...... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی

اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی
حالت طاری ہو جاتی ہے ۔ اُس نے ہلاکت
کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں
کی آگ میں ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور
ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

اسی طرح برصغیر کے نامور ادیب علامہ نیاز فتحپوری
ایک شخص کے اعتراضات کے جواب میں لکھتے ہیں :-

"حضرت مرزا صاحب انگریزی جانتے
تھے یا نہیں مجھے اس کا علم نہیں لیکن اُن
کی عربی دانی سے آپ کا انکار کرنا حیرت
کی بات ہے ۔ شاید آپ کو معلوم نہیں
کہ مرزا صاحب کے عربی کلام و نثر کی
فصاحت و بلاغت کا اعتراف خود
عرب کے علماء و فضلاء نے کیا ہے ۔
حالانکہ انہوں نے کسی مدرسہ میں عربی
ادبیات کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی ۔
اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب
کا یہ کارنامہ بڑا زبردست ثبوت ان
کے فطری و وہبی کمالات کا ہے ۔"

(نگار ستمبر ۱۹۶۱ء)

پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی
ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے علمی جواہرات
اس کثرت سے بکھیرے کہ اپنے اور بیگانے اس حقیقت کا
اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے ۔

لیکن بھائیو کیا یہ معاملہ یہیں تک ختم ہو جاتا ہے ؟ کیا
ہمارا صرف یہی کام ہے کہ ان جواہرات کے بکھیرے جانے
پر خوشی کے شادیانے بجائیں ؟ نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حدیث میں ایک انذار کا تازیانہ بھی موجود ہے
اور وہ یہ کہ لوگ ان خزائن کے لینے سے انکار بھی کرینگے ۔
اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جو انسان اس وسیع و عریض
روحانی علوم کے سمندر سے اپنے آپ کو سیراب نہیں کریگا
وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان اور متکبر ہوگا۔ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے باخبر کر دیا کہ مہدی
آئے گا اور روحانی خزائن لٹائے گا۔ دیکھنا تم اپنے آپکو
زیادہ عاقل سمجھ کر یا تکبر اور استہزاء سے کام لیکر اُن
خزائن کے لینے سے انکار نہ کر دینا۔ پس کیا ہی بدقسمت
وہ انسان ہے جو پیاس سے مر رہا ہو حالانکہ اسکے سامنے
شیریں پانی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود ہے مگر وہ اس
سے اپنی پیاس نہیں بجھاتا۔ ہم جو اپنے آپ کو مسیح ثانی کا
غلام اور اس سلسلہ میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس
کی بنیاد مسیح ثانی مہدی موعود نے رکھی تو کیا ہمارے لئے
شرم کا مقام نہیں کہ نہ صرف یہ کہ ہم اس شیریں سمندر سے
بے خبر لوگوں کو اس کا مزا نہیں چکھاتے بلکہ خود اس سمندر
کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے بھی اس سے بے توجہ رہتے
ہیں ۔

آیئے میں آپ کو بتاؤں خود خدا کے مسیح نے اس
شخص کے متعلق جو آپ کی کتابیں نہیں پڑھتا کیا ارشاد
فرمایا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :-

"وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور
سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس

نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا سو کوشش
کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ
ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال
سمیت نجات پاؤ۔"
(نزول المسیح صفحہ ۲۵)

اسی طرح فرماتے ہیں :-
"جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین
دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا
جاتا ہے۔" (سیرت المہدی حصہ سوم)

پس بھائیو سمجھو کہ ہماری اور ہمارے اہل و عیال کی نجات وابستہ ہے مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے سے۔ ہم ہلاکت کی راہوں سے تبھی نجات پا سکتے ہیں۔ جب ہم حضور کی کتب کو غور سے اور بار بار پڑھیں۔ ہم تکبر کی زہر سے اُسی وقت بچ سکتے ہیں جب ہم مسیح موعودؑ کے جاری کردہ شیریں سمندر سے اپنے آپکو سیراب کرتے رہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یقیناً اپنی نجات کے دروازے خود اپنے ہاتھ سے بند کرتے ہیں اور ہلاکت کی راہیں خود اپنے ہاتھوں سے کھولتے ہیں۔ (خدا تعالیٰ ہمیں اس تغافل اور تساہل سے بچائے رکھے۔)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

"حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھی جائیں
آپ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی خاص
معرفت اور علم دیا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں
کہ نبی نے کوئی نہ کوئی حربہ چلایا ہے۔
مجھے قرآن کریم کا حربہ ملا ہے۔ پس چونکہ
آپؑ کی کتب قرآن کریم کی بے نظیر
تفسیر ہیں اس لئے ان کا پڑھنا ضروری
ہے...... دیکھو اس زمانہ میں
شیطان اپنے پورے زور اور ساری
قوتوں سے اسلام پر حملہ آور ہو رہا
ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا
سر کچلنے کے لئے ایک جماعت تیار
کی ہے...... پس ہمارے لئے
ضروری ہے کہ ہمارے ہاتھ میں نہایت
تیز اور آبدار تلوار ہو اور وہ تلوار
حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں ہیں۔
دراصل تو قرآن کریم ہی تلوار ہے مگر
چونکہ وہ بھی قرآن ہی کی تفسیر ہیں اسلئے
وہ بھی تلوار ہی کا کام دیتی ہیں۔ پس
قرآن کریم پڑھو اور اس کو سمجھنے کیلئے
حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کو خوب یاد
کرو۔ یہ تمہارے ہاتھ میں ایسا مضبوط
اور قوی ہتھیار ہو گا جس کو دیکھتے ہی
شیطان بھاگ جائے گا۔"

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ دائمی اور ہمیشگی کی شریعت یعنی قرآن کریم کا آغاز خدا تعالیٰ کے ان الفاظ سے ہوا۔ جن میں علم کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اور چونکہ قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے علوم میں سے سب سے بڑا علم اور اہم ترین علم قرآن ہے اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب قرآن کریم کی بہترین تفسیر ہیں اور یہ کتب خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے اسلئے لکھوائیں تاکہ خدا تعالیٰ کے ارشاد اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے مطابق قرآن کریم کی معنوی حفاظت بدرجہ اتم اور بدرجہ اولیٰ ہو جائے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ خود اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جانوں پر رحم کرنا اور اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم کے ارشاداتِ عالیہ کو پورا کرنا ہے۔

اور صرف یہی نہیں، حضور کی کتب اس قدر روحانی خزائن اپنے اندر رکھتی ہیں کہ ان کے پڑھنے سے انسان کے روحانی مدارج بلند سے بلند تر ہوتے جاتے ہیں چنانچہ صحابہ کرام مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ اور دوسرے سینکڑوں صحابہ کی زندگیوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ انوار کو اپنے اندر اس حد تک جذب کیا کہ وہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی اس دنیا سے مختلف نظر آتے تھے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ انہوں نے آپ کے ارشادات کو اپنے کانوں سے سنا۔ آپ کی تحریرات کو پڑھا اور اس طرح وہ لوگ باخدا انسان بن گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی کتاب ملائکۃ اللہ صفحہ ۱۰۸ پر فرماتے ہیں:-

"جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اُس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں...... حضرت صاحب کی کتابیں بھی خاص فیضان رکھتی ہیں۔ ان کا پڑھنا بھی ملائکہ سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ان کے ذریعہ سے نئے علوم کھلتے ہیں۔"

پس میرے خدام بھائیو! موجودہ مسموم اور زہریلی مادیت اور دجالیت کی فضا سے بچنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ از حد ضروری ہے کاش خدام بھائی اس کی اہمیت کو سمجھیں اور اپنی زندگی کے لائحہ عمل میں اس چیز کو شامل کریں کہ وہ روزانہ حضور کی کسی نہ کسی کتاب کا خواہ وہ چند سطور ہی ہو ضرور مطالعہ کریں گے۔ اگر آپ یہ عہد کر لیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاءاللہ آپ اپنے اندر بہت جلد ایک انقلاب محسوس کریں گے +

---

یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

(درثمین)

مکرم مصلح الدین صاحب راجیکی مرحوم

# غزل



دل دے کے اپنی جان کو تڑپا رہا ہوں میں
اپنے کئے پہ آپ ہی پچھتا رہا ہوں میں

اس سے بھی کچھ سوا ہے میری زندگی کا حال
جو کچھ ترے پیار میں کہلا رہا ہوں میں

تیری نگاہِ لطف و عنایت کا شکریہ
چرخِ زمانہ ساز سے گھبرا رہا ہوں میں

دل کہہ رہا ہے مجھ سے میری لغزشوں کا حال
اور دل کو اپنے طور سے سمجھا رہا ہوں میں

کل جانے کیا دکھائے تیری چشمِ التفات
اب تک تو اس جہان کو جھٹلا رہا ہوں میں

مکرم لطیف احمد صاحب عارف



# سن ہجری شمسی ــــــ نیا اسلامی کیلنڈر

کسی خاص واقعہ کی صحیح تاریخ مقرر کرنے کے بعد دنیا میں کئی سن جاری ہیں۔ لیکن جس قدر زیادہ تعداد میں سن پاکستان اور ہندوستان میں جاری ہیں۔ اتنے شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہ ہوں گے۔ انہی میں ایک ہمارا سن ہجری شمسی بھی شمار ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی :-

## ۱۔ تجویز و ترتیب

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۳۹ء میں ہجری شمسی تقویم مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی تھی۔ اور ممبران کمیٹی کو ارشاد فرمایا کہ ہجری شمسی کیلنڈر کا ڈھانچہ تیار کریں جس میں مروجہ عیسوی کیلنڈر بھی شامل رکھا جائے۔

حضور پُر نور نے تمام ممبروں کی آراء ملاحظہ فرما کر ہجری شمسی سال کے آغاز کا فیصلہ فرمایا اور حکم دیا جب بھی مروجہ عیسوی کیلنڈر کا کوئی نیا سال جس روز سے شروع ہو گا اُسی روز سے ہجری شمسی سال کا آغاز ہو گا اور سال کے دنوں اور مہینوں کی تقسیم بھی مروجہ عیسوی کیلنڈر کی طرح ہو گی۔ اور لیپ کے سال بھی وہی شمار ہوں گے جو مروجہ عیسوی کیلنڈر میں شمار کئے جاتے ہیں۔

## ۲۔ غرض و غایت

البتہ مہینوں کے ناموں میں اس لئے جدت پیدا کی گئی ہے کہ مروجہ مہینوں کے بعض نام مشرکانہ ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ۶۲۲ء میں ہجرت فرمائی تھی۔ لہذا پہلے ہجری شمسی سال کا آغاز بھی ۶۲۲ء کے آغاز کے وقت سے محسوب کیا گیا ہے۔

## ۳۔ ضرورت، اہمیت و وجہ تسمیہ ہجری شمسی

حضور نے فرمایا :-

”بہر حال چاند اور سورج دونوں کا سالوں، مہینوں اور دنوں سے تعلق ہے لیکن مجھے خیال آیا کہ چاند سے تو ہم لوگ کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہجری قمری ہم میں جاری ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں مگر سورج سے تو ہم بالکل فائدہ نہیں اٹھا رہے۔ حالانکہ جیسا کہ قرآن کریم بیان کرتا ہے سورج اور چاند دونوں ہی حساب کے لئے مفید ہیں اور دوسری طرف عقلی طور پر

بھی اگر دیکھا جائے تو ان دونوں میں
فوائد نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وقت اور
زمانہ کی تعیین کے لحاظ سے سورج مفید
ہے اور عبادتوں کو شرعی طریق پر چلانے
کے لئے چاند مفید ہے...... مجھے
خیال آیا کہ ہم مسلمانوں نے قمری تاریخوں
سے تو فائدہ اٹھایا ہے لیکن شمسی تاریخوں
سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ حالانکہ قمری شمسی
دونوں میں فوائد ہیں۔ اور چونکہ انسان شمسی
حساب پر مجبور ہوتا ہے اسلئے مسلمانوں
نے بھی مجبوراً عیسوی سنہ استعمال کرنا
شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر ہم ہجری قمری
کے ساتھ ہجری شمسی بھی بناتے اور
ہجری قمری تاریخوں کے بالمقابل
ہجری شمسی تاریخیں بھی ہوتیں تو
قطعاً کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔

اب اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے
کہ ۲۲ سنہ ہجری کب تھا اور اُس وقت
شمسی لحاظ سے کونسا سال تھا تو وہ فوراً
معلوم نہیں کر سکتا اور محض ۶۲۲ کہنے سے
اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ سال کے لحاظ
سے انسانی دماغ سورج ہی سے تسلی پاتا
ہے۔ اسی وجہ سے لوگ ہجری قمری
سالوں کے عیسوی سنہ معلوم کرتے
ہیں۔ اور اس طرح خواہ مخواہ
مسلمان بھی عیسوی سنہ کو
اپنے اندر رائج کئے ہوئے
ہیں۔......

میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ
چاہے تو آئندہ عیسوی شمسی سنہ
کی بجائے ہجری شمسی سنہ جاری
کیا جائے اور عیسوی سنہ کے
استعمال کو ترک کر دیا جائے۔ میرا
ارادہ ہے کہ ایک دو مہینہ تک
اس بارہ میں پوری تحقیق کر کے ہجری
شمسی سنہ جاری کر دیا جائے اور
**آئندہ کے لئے عیسوی سنہ
کا استعمال چھوڑ دیا جائے
خواہ مخواہ عیسائیت کا ایک
طوق ہماری گردنوں میں کیوں
پڑا رہے۔"**

(سیر روحانی حصہ اوّل)

## ۴۔ ہجری شمسی مہینوں کے نام اور انکی وجہ تسمیہ

اسلام کے بارہ اہم واقعات کی مناسبت سے
بارہ مہینوں کے یہ نام مقرر کئے گئے:-

| ہجری شمسی مہینے | عیسوی مہینے | وجہ تسمیہ |
|---|---|---|
| ۱۔ صلح | جنوری | اس مہینہ میں حدیبیہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ فرمایا۔ |
| ۲۔ تبلیغ | فروری | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے اور انکو اسلام کی دعوت دی۔ |
| ۳۔ امان | مارچ | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ فتح کیا تو قریش مکہ کو امان بخشی۔ |
| ۴۔ شہادت | اپریل | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنانِ اسلام نے دھوکے و غداری سے دین اسلام سیکھنے کے لئے مبلغ مانگے اور ان کو بے حیا کر بے دردی سے شہید کر دیا۔ |
| ۵۔ ہجرت | مئی | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اہلِ مکہ نے سخت تکلیف دیکر قتل کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ |
| ۶۔ احسان | جون | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کی بیٹی اور اس کے قبیلہ کے اسیروں کو ازراہِ کرم و احسان آزادی بخشی۔ |
| ۷۔ وفا | جولائی | اس مہینہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے خارق عادت طور پر غزوہ ذات الرقاع کے لئے پیادہ پا چلنے میں صدق و رضا کا نمونہ دکھایا۔ |
| ۸۔ ظہور | اگست | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے بیرونِ عرب میں اشاعتِ دین اور غلبۂ اسلام کی بنیاد رکھی۔ |
| ۹۔ تبوک | ستمبر | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ مخلصینؓ نے اپنے اخلاص کا مختلف صورتوں میں بموقعہ جنگ تبوک نمونہ دکھایا۔ |
| ۱۰۔ اخاء | اکتوبر | ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان خاص طور پر اخوت کا تعلق قائم فرمایا۔ |
| ۱۱۔ نبوت | نومبر | اس مہینہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت و رسالت عطا فرمایا۔ |
| ۱۲۔ فتح | دسمبر | اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ آکر مکہ فتح کیا۔ اور اپنے خونخوار دشمنوں کے بھی قصور معاف فرما دیئے۔ |

## ۵۔ فوائد اور مقاصد

ہجری شمسی مہینوں کے نام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے تجویز فرمائے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کے بارہ ۱۲ اہم واقعات پر مبنی ہیں۔ جو تاریخ اسلام کی جان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کا لب لباب اور رُوحِ رواں ہیں۔ نیز یہ واقعات ایسے نقطۂ مرکزیہ ہیں جن کے گرد اسلامی تاریخ چکّر لگا رہی ہے اور غیر مسلم مورخین اپنی قومی، ملکی و مذہبی تاریخوں میں آج بھی ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز اور ورطۂ حیرت میں ہیں۔

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ان بارہ ۱۲ اہم واقعات کا انتخاب کر کے اس اسلامی تقویم کو چار چاند لگا دیئے ہیں اور ہجری شمسی دو دریاؤں کو کوزہ میں بند کر کے مجمع البحرین کا نظارہ پیش کر دیا ہے جو صرف آپ کا ہی حق ہے۔

ان جدید ہجری شمسی مہینوں سے یہ بھی علم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیش آمدہ حالات و واقعات کن کن شمسی مہینوں میں رونما ہوئے۔ چونکہ قمری مہینے و سال موسموں کو آگے پیچھے کرتے رہتے ہیں اسلئے کوئی نہیں جانتا کہ رمضان المبارک کبھی موسم گرما میں آتا ہے اور کبھی موسم سرما میں۔ لیکن شمسی سال و مہینہ ہر موسم کو اس کے مقررہ وقت پر لاتے ہیں۔ مثلاً مئی جون میں ہمیشہ گرمی ہوتی ہے، دسمبر جنوری میں ہمیشہ سردی آتی ہے۔ چنانچہ ہم کو ہجری شمسی مہینوں سے یہ بھی ضرور فائدہ ہوتا ہے تاکہ ہمیں ان امور کا علم اور احساس ہو سکے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کس موسم میں ہوئی تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سردی کا موسم یعنی جنوری کا مہینہ تھا۔ اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت ماہ مئی یعنی موسم گرما میں فرمائی۔ وغیرہ

غرض ان ہجری شمسی مہینوں کے ناموں سے تقویم میں آپ روزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضور کے صحابہ و صحابیات اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک مختصر مگر جامع سیرت کو ہر وقت اپنے سینوں اور دماغوں میں مستحضر پائینگے۔

یہ تقویم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل ہے۔ اور چونکہ اس کا مقصد اسلامی نظام و روایات کو از سرِ نو زندہ اور رائج کرنا ہے لہذا احبابِ جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس مایۂ ناز تقویم کو اپنے روزمرہ میں جگہ دیں اور زیادہ سے زیادہ اپناتے ہوئے اسلامی نظام کے قیام میں ممد و معاون ثابت ہوں۔

---

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
(درثمین)

مکرم ارشاد اعزازی صاحب لاہور

# استقلال ـــ کامیابی کا ایک گُر



کسی بھی کام کو مستقل مزاجی، باقاعدہ کوشش اور لگاتار محنت کے ساتھ کرتے چلے جانے کو ثابت قدمی کہتے ہیں اور اسی میں کامیابی کا راز مضمر ہے۔ جب تک کسی کام کو مستقل ارادے کے ساتھ نہ کیا جائے کامیابی محال ہے۔

انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے "روم ایک دن میں نہیں بنا تھا" اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ دنیا میں یہ نئی نئی ایجادات و اختراعات ایک یا دو دن کی دماغ سوزی کا نتیجہ نہیں، بلکہ سالہا سال کی لگاتار محنت کا ثمرہ ہیں۔ ایک ثابت قدم آدمی اگر چند کوششوں کے بعد کامیاب نہیں ہوتا تو بھی وہ مایوس نہیں ہوتا بلکہ وہ پہلے سے زیادہ تندہی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہتا ہے اور اس بات پر پورا یقین رکھتے ہوئے کہ محنت کا صلہ ہمیشہ خدا تعالیٰ دیتا ہے، منزلِ مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ بعض دفعہ امتحان میں فیل شدہ طالب علم جو پست ہمت اور کم حوصلہ نہیں ہوتے دوسرے سال خوب دل لگا کر محنت کرتے ہیں اور امتحان میں اچھے نمبروں پر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کہانی مشہور ہے کہ رابرٹ بروس جو کہ سکاٹ لینڈ کا بادشاہ تھا ایک دفعہ انگریزوں کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ اسے پے در پے کئی شکستیں ہوئیں۔ یہ دیکھ کر بادشاہ ایک غار میں پناہ کیلئے جا گھسا اور آئندہ کے متعلق سوچنے لگا۔ اچانک غار کے اندر اسے ایک مکڑی نظر آئی جو متواتر اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بار بار نیچے گر پڑتی تھی۔ اس نے نو بار بڑی ہمت کے ساتھ کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئی۔ ہر دفعہ جب وہ گرتی تھی تو پہلے سے زیادہ جوش کے ساتھ اٹھ کر بلندی کی طرف دوبارہ چڑھنا شروع کر دیتی تھی۔ آخر کار دسویں مرتبہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئی اور منزلِ مقصود کو پا گئی۔ رابرٹ بروس یہ دیکھ کر دل میں بہت شرمندہ ہوا۔ وہ بھی عزم کے ساتھ غار سے باہر نکلا اور باقی ماندہ فوج کو اکٹھا کر کے دوبارہ حملہ کر دیا، اس طرح اس کی شکست فتح میں تبدیل ہو گئی۔ یہی سبق ہمیں بڑے بڑے آدمیوں کی زندگیوں سے بھی ملتا ہے کہ وہ بظاہر ناممکن حالات میں بھی مسلسل جد و جہد کرتے چلے جاتے ہیں اور اس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

لندن کے ایک نوجوان کا قصہ سن لیجئے۔ اس کے دل میں ادیب بننے کی خواہش تھی لیکن حالات اس کے مخالف تھے وہ پرائمری سے آگے تعلیم نہ پا سکا تھا۔ اس کا باپ قرض نہ ادا کر سکنے کے جرم میں جیل کی سزا بھگت رہا تھا۔ اس نوجوان کو غربت کی وجہ سے اکثر فاقے کرنا پڑتے تھے۔ وہ نوکری کی تلاش میں گھومتا رہا مگر کوئی خاطر خواہ کام نہ مل سکا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ آخر اسے ایک چھوٹے سے کارخانے میں شیشیوں پر لیبل چپکانے کا کام مل گیا۔ جس کوٹھڑی میں وہ کام کرتا تھا اس

میں چوہوں کی بھرمار تھی۔ وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ جو اُس کی طرح سب کے سب نچلے طبقے سے تعلق رکھتے تھے اسی تنگ و تاریک، غلیظ کوٹھڑی میں رات بسر کرتا تھا۔ ان حالات کے باوجود ادیب بننے کا شوق اس کے دل میں کم نہ ہوا اور یہی شوق اُسے کچھ نہ کچھ لکھنے پر اُکساتا رہتا تھا۔

وہ احساسِ کمتری کا اس حد تک شکار تھا کہ اُس نے اپنا پہلا مسودہ اپنے دوستوں سے چوری چھپے تیار کیا اور آدھی رات کو ارسال کیا تھا تاکہ کوئی شخص اُس کی ہنسی نہ اُڑا نے پائے۔ اس کی بے شمار کہانیاں رسالوں میں جگہ نہ پاسکیں بلکہ ردی کی ٹوکری کی زینت بنتی رہیں۔ مگر اس بات سے بھی اُس کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ پڑا اور اُس نے ہمت نہ ہاری۔ آخر کار وہ عظیم دن بھی آپہنچا جبکہ اُس کی ایک کہانی پسند کی گئی اور نہ صرف یہ کہ وہ کہانی چھپی بلکہ مدیر نے اس کی تعریف بھی کی۔ اُس میں اس قدر جوش اور ولولہ پیدا ہوا کہ اُس روز وہ فورِ مسرت میں آپے سے باہر ہو کر گلیوں میں اِدھر اُدھر آوارہ گردی کرتا رہا اور اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہتے رہے۔ اپنی محنت کے اس نتیجے کو دیکھ کر اُس نے پہلے سے بھی زیادہ محنت سے لکھنا شروع کیا۔ اور بالآخر وہ دن بھی آپہنچا کہ اس کا شمار ملک کے نامور ادیبوں میں ہونے لگا اور آج اُس کے لکھے ہوئے ناول عالمگیر شہرت کے حامل ہیں۔ یہ مشہور ناول نگار چارلس ڈکنز کی کہانی تھی!

غرضیکہ استقلال اور محنت کی بدولت ہی انسان اس دنیا میں ترقی کر سکتا۔ بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح کی زندگی کو ہی لے لیجیے۔ اُنہیں اپنے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن کوئی مصیبت، کوئی مشکل اُن کے آہنی عزم کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ وہ اپنے موقف پہ کمال استقلال سے ڈٹے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامیابی نے اُن کے قدم چومے اور پاکستان جیسی نعمت مسلمانوں کو عطا ہوئی۔

یہ چند مثالیں تو دنیاوی لوگوں کی میں نے پیش کی ہیں۔ اب اگر ہم روحانی پیشواؤں (جن کا کام دنیاوی لوگوں سے بدرجہا اولیٰ مشکل ہوتا ہے) کی زندگیوں پر نظر دوڑائیں تو اُن سے بھی ہمیں یہی سبق حاصل ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جب دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں تو سارا زمانہ اُن کا مخالف ہو جاتا ہے۔ اور اس قدر تکالیف اور مصائب ان لوگوں کو اٹھانی پڑتی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ لیکن جس حوصلہ، ہمت اور استقلال سے یہ لوگ کام لیتے ہیں بس انہی کا کام ہے! نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اکیلے زمانے کی رَو کو یکسر بدل دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس طرح اپنے مشن میں کامران رہتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اطال اللہ بقاءہٗ اپنی جماعت کو کامیابی حاصل کرنے کے گُر بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"چوتھی چیز جو کامیابی کے لئے ضروری ہے وہ **استقلال** ہے جسے قرآن شریف نے عربی اصطلاح کے مطابق **صابر** کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ استقلال سے یہ مراد ہے کہ جب ایک کام کو ہاتھ ڈالا جائے تو شروع کی ناکامیوں اور ٹھوکروں سے گھبرا کر یا ویسے ہی تلوّن مزاجی کے رنگ

میں اُکتا کر اس کام کو نہ چھوڑ دیا جائے۔
خدا تعالیٰ نے دنیا میں تدریج کے اصول کو قائم کیا ہے۔ یعنی ہر چیز آہستہ آہستہ ترقی کر کے اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ درخت ہی کو دیکھو کہ شروع میں ایک چھوٹا سا بیج ہوتا ہے۔ پھر وہ ایک نرم اور کمزور کونپل کی طرح باہر نکلتا ہے۔ اور کافی عرصہ تک ایسا نازک نظر آتا ہے کہ ذرا سی چوٹ اُسے مٹا سکتی ہے مگر بالآخر ایک شاندار اور تناور درخت بن جاتا ہے جو سخت سے سخت طوفان میں بھی گرنے کا نام نہیں لیتا۔ لیکن افسوس ہے کہ اکثر مسلمان نوجوان بے صبری کی مرض میں مبتلا ہو کر ہاتھ پر سرسوں جمانا چاہتے ہیں اور جب کچھ عرصہ تک انہیں ان کا خیالی اور موہوم نفع حاصل نہیں ہوتا تو اُکتا کر کام چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ طریق انفرادی اور قومی ترقی کے لئے سخت مہلک ہے۔ جو نوجوان یا جو قومیں صبر و استقلال کی صفت سے محروم ہوتی ہیں وہ کبھی بھی دنیا میں ترقی نہیں کرتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محنت اور زیادہ جدوجہد کرنے والا دنیا میں کون گزرا ہے مگر پھر بھی آپ کو عرب جیسے ملک میں کامیابی کے لئے اکیس سال تک ایک نہایت مایوس کن حالات میں صبر سے کام لینا پڑا اور اس عرصہ میں اسلام کی کشتی بعض اوقات بظاہر اس طرح ڈگمگاتی کہ دیکھنے والوں نے سمجھا کہ بس اب یہ ڈوب جائے گی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صبر کا پھل پایا اور مکہ کی تاریک گلیوں میں رات کے وقت اکیلا نکلنے والا مظلوم و بیکس انسان بالآخر دس ہزار قدوسیوں کی سرداری میں فتح و ظفر کا پرچم لہراتا ہوا مکہ میں داخل ہوا۔ بے شک یہ کامیابی ایک خاص خدائی تقدیر تھی مگر اس میں بھی کیا شک ہے کہ بظاہر یہ انعام صبر و استقلال کے ذریعہ ہی حاصل ہوا۔ پس استقلال بھی انسانی کامیابی کا ایک بھاری گر ہے اور بے صبری ایک مہلک زہر ہے جو اچھے سے اچھے کام کو بھی تباہ کر دیتا اور ناکام بنا دیتا ہے۔" (الفضل ۲۲ جنوری سنہ ۴۸ء)

پس ان گرانقدر ہدایات کی روشنی میں ہم پر واجب ہے کہ ہم جو کام کریں محنت اور استقلال سے کریں اور اگر شروع میں ہماری کوششیں بار آور نہ بھی ہوں تو بھی اس کام کو تنگ آ کر ادھورا نہ چھوڑ دیں بلکہ پہلے سے زیادہ ہمت سے کام لیں اور نتائج خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کبھی کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور کسی نہ کسی رنگ میں اس کا بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے ✦

مکرم جنید ہاشمی صاحب بی۔ اے

# عربی زبان کا نفوذ



جنوبی ہندوستان میں زمانہ قدیم سے ہی عربوں کی آمد و رفت کا پتہ چلتا ہے اور اس علاقہ میں اب بھی کئی یادگاریں اور آثار موجود ہیں کہ عرب لوگ جہازوں کے ذریعہ تجارت اور خرید و فروخت کے لئے مالابار اور سیلون کے ساحلوں پر آتے رہتے تھے۔ اور اندرونِ ملک میں خشکی کے راستے سے اونٹوں کے قافلے مصر، الجزائر اور شام کی طرف سے آتے جاتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تیسری اور چوتھی صدی میں بعض بڑے بڑے مشہور عرب سیاح ہندوستان میں وارد ہوئے تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ عرب لوگ بڑی تعداد میں ان علاقوں میں موجود ہیں اور انہوں نے نہ صرف تہذیب و تمدن پر ہی بڑا اثر ڈالا ہے بلکہ زبان میں بھی عربی نفوذ کر گئی ہے جیسا کہ ذیل کے اقتباسات سے پتہ چلتا ہے:۔

**اصطخری** (۳۴۰ھ) لکھتا ہے:۔

"منصورہ اور ملتان اور ان کے اطراف کی زبان عربی اور سندھی ہے اور مکران کی زبان فارسی اور مکرانی ہے۔"

**ابن حوقل** (۳۵۰ھ) رقمطراز ہے:۔

"منصورہ، ملتان اور نواح کے لوگوں کی زبان عربی اور سندھی ہے اور مکران کی زبان فارسی اور مکرانی ہے۔"

(سفرنامہ المسالک والممالک)

**ابن بشاری** نے تحریر کیا ہے:۔

"دیبل سمندر کے ساحل پر ہے اور اس کے چاروں طرف سو کے قریب گاؤں ہیں۔ اکثر غیر مسلم ہندو ہیں۔ سمندر کا پانی شہر کی دیواروں سے آکر ٹکراتا ہے۔ یہ سب سوداگر ہیں۔ اور ان سب کی زبان سندھی و عربی ہے۔"

مندرجہ بالا تینوں سیاحوں کے بیانات سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ عربی نے سندھ کی زبان پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ آج بھی سندھی زبان کا رسم الخط نسخ ہے۔ یعنی عربی طرزِ تحریر میں لکھی جاتی ہے۔ اسی طرح قدیم دکنی زبان بھی خطِ نسخ میں لکھی جاتی تھی۔ محمود غزنوی کی فتوحات کے بعد تو مسلمان کثرت کے ساتھ پنجاب اور سندھ میں آکر آباد ہوئے اور یہیں کے ہو رہے۔

دوسری طرف عربوں کا سلسلہ تجارت چین کے ساحلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اور اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ چند عرب جہاز ۳۰۰ھ میں کانٹن اور ہانگ چاؤ

کی بندرگاہوں پر پہنچے۔ (دیکھیں سرزمین ایشیا اور اس کے لوگ (G . B . Cressey)

اسلام کی بعثت کے معاً بعد مسلمان تجار بھی چین تک جاتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں چین میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ جہاں اس وقت عرب تاجروں کی چھوٹی سی بستی موجود تھی...... چین میں سب سے پہلی مسجد کانٹن میں ۶۲۷ء میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ سال قبل تعمیر ہوئی تھی۔“

(چین میں اسلام از یانگ ابوحبان)

گویا کہ اسلام کی منور کرنیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی چین جیسے دُور افتادہ ملک میں پہنچ چکی تھیں۔ اور مسلمان جہاں جہاں بھی گئے اپنے ساتھ مذہب اور تہذیب و تمدن کے علاوہ اپنی زبان عربی بھی لے گئے۔ اور عربی بوجہ اپنی فصاحت و بلاغت کے دیگر زبانوں، بولیوں اور پراکرتوں پر اپنا گہرا اثر پیدا کرتی رہی۔ کئی الفاظ کا ردّ و بدل ہوا۔ مثلاً گاجر کا جزر بنا، بھنگ کو بنج کہا جانے لگا۔ اسی طرح صندل چندن بن گیا۔ کافور کو کپور کہا گیا اور دُخان دھوآں بن گیا۔

# عربی — ام الالسنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے نصف صدی سے زائد عرصہ قبل اللہ تعالیٰ سے علم پاکر یہ دعویٰ فرمایا تھا کہ عربی ام الالسنہ یعنی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ اب ماہرینِ لسانیات اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔ اردو انسائیکلوپیڈیا سے ایک حوالہ پیش ہے:-

”ابتدا میں مدت مدید تک نسل انسانی کی زبان ایک رہی تھی۔ حادثاتِ زمانہ خصوصاً طوفانِ نوح کے بعد انسانی آبادی جبلِ جودی پر اتر کر بڑی سرعت سے بڑھی اور تلاشِ رزق میں مختلف سمتوں میں پھیل گئی۔ آب و ہوا اور جغرافیائی اختلافات کی وجہ سے اختلافِ زبان و رنگ و بو پیدا ہوا اور یہی اختلاف بالآخر دنیا کی بڑی بڑی زبانوں کو جنم دینے کا باعث بنا۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ بنی آدم کی اصل زبان ”عربی“ تھی۔ عبرانی اس کی بگڑی ہوئی ایک شکل ہے۔ محققینِ لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ سامی زبانیں اصل کی حیثیت رکھتی ہیں اور عربی سامی زبانوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور جامع زبان ہے۔ جس کی وسعت کو دنیا کی کوئی دوسری زبان نہیں پہنچ سکی۔ ام الالسنہ کی حیثیت سے ایسا ہونا ناگزیر ہے۔“

(اردو انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۸۲۲)

١١

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب "سراج منیر" میں فرماتے ہیں:-

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو
تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی
اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف
ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار
رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس
کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ
صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن
چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے
ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی"!

صرف ٹائیٹل نصرت پریس ربوہ میں چھپا